تیرہواں باب:

وقت کے تین سوال

اس نے خواب میں دیکھا کہ

سڑک پہ ٹریفک تیز رفتاری سے گزر رہا ہے ...

زیبرا کراسنگ عبور کرتے لوگوں کی دائیں بائیں مڑتی گردنیں....

ڈرائیو کرتے لوگوں کے کانوں سے لگے ہینڈز فری اور ان کے ہلتے لب....

سڑک کنارے اخبار کھولے بیٹھے معمر لوگ....

خواب روزِ روشن کی طرح واضح تھا....

ایسے میں وہ سڑک عبور کرتی ہے

اور اندر ایک گلی کی طرف مڑ جاتی ہے۔

پھر تین موڑ مزید مڑتی ہے....

گلی آگے جا کے تنگ ہونے لگتی ہے....

اس کی دیواریں نیلی اینٹوں کی بنی ہیں....

وہ قدم بڑھاتے ہوئے اینٹوں پہ ہاتھ پھیر رہی ہے....

کہیں ٹوٹا کانچ اس کے پوروں سے ٹکراتا ہے....

کہیں کوڑے دان کے کھلے دہانے کے اندر ٹوٹا ہوا گملا رکھا نظر آتا ہے....

اس گملے میں تین فیروزی پھول کھلے ہیں....

وہاں قطار میں دروازے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے مکانوں کے....

وہ حساب سے ایک کے سامنے رکتی ہے....

اور دستک دینے کو ہاتھ بڑھاتی ہے...

تو دروازہ خود بخود کھلتا چلا جاتا ہے...

وہ اندر قدم رکھتی ہے... نیم تاریک راہداری میں آگے چلتی جاتی ہے...

جب عقب سے مردانہ آواز آتی ہے....

''شہزادی تاشہ!''

وہ چونک کے گھومتی ہے....

اور یہاں خواب ٹوٹنے سے پہلے اسے دھندلا سا ایک وجود نظر آتا ہے....

بھورے لمبے بالوں والا مرد جس کی دھندلی پڑتی آنکھیں نگینوں کی طرح چمک رہی ہیں....

☆......☆......☆

چند لمحے کے لئے قدیم ملاکہ اس شام میں واپس جاتے ہیں جب مراد راجہ کے سامنے بیٹھے غلام فاتح نے وہ بے رنگ' بے ذائقہ مشروب پی کے چابی کی زنجیر کو گردن میں ڈال لیا تھا۔

دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے اور ان کے درمیان میز کے ساتھ ساتھ خاموشی بھی حائل تھی۔ پھر فاتح نے کھنکھارتے ہوئے اس خاموشی کو توڑا۔

''دروازہ کھولنے کے کتنی دیر بعد چابی ٹوٹے گی؟''

''دروازہ کھلتے ہی یہ ہر گزرتے پل بھاری ہوتی جائے گی' یہاں تک کہ تم اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکو گے۔ اور آخر کار تم اس کو گردن سے نوچ پھینکو گے۔''

''قریباً کتنی دیر بعد؟'' اس نے دہرایا۔ ''کتنا وقت ہوگا میرے پاس؟''

''قریباً ایک پوری رات۔ اس سے زیادہ نہیں۔ کیوں؟ تم اس ایک رات میں کیا کرنا چاہتے ہو؟'' مراد نے غور سے اسے دیکھا۔

''ایک رات تو بہت طویل عرصہ ہے راجہ۔ یہاں تو ایک لمحے میں دنیا بدل جاتی ہے۔ زمانہ پلٹ جاتا ہے۔ میں نے کہا نا' تم مجھے نہیں جانتے۔'' اور کرسی دھکیل کے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے تاثرات پتھر جیسے ہو رہے تھے۔ ''اور مجھے معلوم ہے کہ میں یہ کیوں کر رہا ہوں۔''

''کیوں کر رہے ہو؟'' مراد راجہ نے گردن اٹھا کے استہزاء سے اسے دیکھا۔

''کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ہر جادو کا توڑ ہوتا ہے۔ یادداشت کا کھو دینا مستقل نہیں ہوگا۔ اس کا کوئی حل بھی ہوگا۔''

مراد راجہ لمحے بھر کو گنگ رہ گیا۔ گردن میں تھوک نگلنے سے گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی۔

''تمہاری یادداشت واپس نہیں آئے گی' غلام فاتح۔''

فاتح جواباً طنز سے مسکرایا۔

''غلط۔ تالیہ کی یادداشت ٹکڑوں کی صورت میں واپس آئی تھی۔ اسے قدیم ملاکہ میں اپنے بچپن کے کچھ حصے یاد ہیں۔ مجھے بھی قدیم ملاکہ میں گزرے یہ چار ماہ یاد آجائیں گے مگر سوال یہ ہے کہ کیسے؟''

مراد کے ماتھے پہ بل پڑے۔

''تم سمجھتے ہو کہ یہ آسان ہے؟''

''وان فاتح نے زندگی میں آسان کام کبھی نہیں کیے کیونکہ وہ سب کر لیتے ہیں۔ تم مجھے بتاؤ' وہ کیا مشکل کام ہے جسے میں کروں تو میری یادداشت واپس آجائے گی؟''

راجہ چند لمحے لب بھینچے اسے گھورتا رہا۔ ''میں تمہیں کبھی نہیں بتاؤں گا۔''

''تمہارے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں ایک حکایت پڑھی تھی میں نے۔'' فاتح نے ہتھیلیاں میز پہ رکھیں اور جھک کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''ایک لڑائی کے دوران تمہارے مدِ مقابل شخص کا تلوار والا ہاتھ کٹ گیا۔ ہاتھ بھی گیا اور تلوار بھی۔ تو تم نے اپنی تلوار پھینک دی اور اپنا ایک ہاتھ کمر کے پیچھے کر کے نہتے وہ لڑائی لڑی اور اسے مار گرایا۔ یہ غیرت مند مردوں کا طریقہ ہوتا ہے' راجہ۔ وہ مقابلے برابری کی سطح پہ کرتے ہیں۔ مجھے نہتا کر کے ہرانے میں کیا مزا ہے؟'' وہ غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ ''یا شاید تمہیں ڈر ہے کہ میں کامیاب ہو جاؤں گا؟''

''تم کچھ بھی کر لو۔ میری بیٹی میرے پاس واپس ضرور آئے گی۔''

وہ تیزی سے بولا' پھر خاموش ہو گیا۔

''تم کہہ کے تو دیکھو۔''

مراد راجہ چند لمحے اس کی آنکھوں کی ہٹ دھرمی دیکھتا رہا' پھر گہری سانس بھری۔

''ہم شکار باز صدیوں سے چلے آرہے ہیں۔ ہم زمانوں کے مسافر ہیں۔ وقت میں سفر کرتے ہیں۔ ہر زمانے میں شکار بازوں کا ایک راہبر ہوتا ہے۔ ان کا سربراہ۔ تمہاری یادیں اگر کوئی لوٹا سکتا ہے تو وہ وہی ہے۔''

''اور وہ کون ہے؟''

''وہی جو تمہارے سامنے بیٹھا ہے' اور وہ تمہیں کبھی تمہاری یادیں نہیں لوٹائے گا۔'' وہ ٹھنڈے سے تنفر سے بولا۔ ''لیکن شاید تمہاری دنیا کا شکار باز تم پہ رحم کھا لے۔''

''ہماری دنیا کا شکار باز!'' وہ چونکا۔ کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ آہستہ سے سیدھا ہوا۔ ''تو شکار باز ختم نہیں ہوں گے۔ وہ نسل در نسل

اپنے علم کو منتقل کرتے جائیں گے اور ہر زمانے میں موجود رہیں گے۔''

''ہم زمانے کے مسافر ہیں۔ ہم کبھی ختم نہیں ہوں گے۔'' وہ تفاخر سے مسکرایا۔ ''تمہارے پاس ایک رات ہوگی' وان فاتح۔ تمہیں اپنی دنیا کے شکار باز راہبر سے ملنا ہوگا۔ وہ تم سے تین سوال پوچھے گا۔ اگر تم ان کا جواب دے سکو' تو تمہارے لئے امید نکل سکتی ہے۔''

''کیسے سوال؟''

مراد راجہ نے لباس شانوں سے جھٹکا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ہاتھ کمر پہ باندھ لئے۔ ''معلوم نہیں۔ ہر زمانے کے اصول اور سوال مختلف ہوتے ہیں۔ وقت کا چکر مکمل ہونے پہ جب بھی چابی تحلیل ہوتی ہے' وہ شکار باز راہبر کے پاس چلی جاتی ہے۔ تالیہ جب بچپن میں تمہاری دنیا میں گئی تھی تو وقت کا چکر مکمل نہیں ہوا تھا اس لئے وہ چابی ٹوٹ گئی اور کئی برس تحلیل نہ ہوئی۔ تم نے میری دنیا میں آتے وقت دروازہ کھول ڈالا جس سے چابی تحلیل ہوتے ہی میرے پاس تو آگئی لیکن وہ ناکارہ ہو چکی تھی کیونکہ تم نے وقت کا چکر خراب کر دیا ہے۔''

وہ سانس لینے کو رکا۔ فاتح غور سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

''اب جو چابی میں تمہیں دے رہا ہوں یہ تحلیل ہوتے ہی تمہارے زمانے کے شکار باز کے پاس چلی جائے گی۔ اس چابی میں تمہاری یادیں قید ہوں گی۔ اگر تم اس راہبر کو ڈھونڈنا چاہتے ہو تو تمہیں چابی اس کا رستہ خود دکھائے گی۔ اب میں نے تمہیں سب بتا دیا ہے۔ اب ہم اس مقابلے میں برابر ہیں۔ اب تمہاری یادداشت واپس آئے یا نہ آئے' میری بیٹی واپس ضرور آئے گی۔''

''دیکھتے ہیں۔'' وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

☆......☆......☆

سولہ جولائی کی رات تالیہ اور ایڈم کے ایل کے لیے نکل پڑے تو وہ پولیس اسٹیشن چلا آیا۔ اپنا بیان ریکارڈ کروایا مگر یہاں سے وہ گھر نہیں گیا۔ اس نے گردن میں پڑی چابی کو ہاتھ میں اٹھا کے دیکھا۔

''مجھے اپنے وقت کے شکار باز سے ملنا ہے۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔''

چابی سے سنہری سا پنکھ نکلا اور فضا میں اڑنے لگا۔ فاتح نے گاڑی وہیں چھوڑی اور اس سنہری پنکھ کے پیچھے قدم بہ قدم چلنے لگا۔ اس پنکھ کو اس کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ ہوا میں تیرتا پر صرف فاتح کو راستہ دکھانے کے لیے تھا۔

وہ کتنی ہی دیر ویران سڑکوں پہ چلتا رہا۔ چابی ہر گزرتے پل کے ساتھ بھاری ہوتی جا رہی تھی مگر وہ اس وزن کو برداشت کیے ہوئے تھا. پنکھ اڑتا چلا جا رہا تھا۔

ملاکہ کے ایک گنجان آباد علاقے میں وہ اس کو کھینچ لایا۔ وہاں قطار میں ایک منزلہ گھر بنے تھے جن کی مخروطی چھتیں تھیں اور دیواریں سرمئی نیلی اینٹوں کی بنی لگتی تھیں۔ وہ درمیانے درجے کا علاقہ لگتا تھا۔ اور رات کے اس وقت سنسان پڑا تھا۔

پنکھ ایک دروازے کے ڈور میٹ پہ جا گرا اور ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ منزل آ چکی تھی۔

وان فاتح نے ہتھیلی سے دستک دی۔ پھر گھنٹی بجائی۔

دفعتاً قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر کسی نے دروازے کے پیچھے سے سوال کیا۔ ''کون؟''

''وقت کا مسافر ہوں اور اپنی یادیں واپس مانگنے آیا ہوں۔''

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ پھر آہستہ سے دروازہ کھلا۔ وان فاتح نے چہرہ اٹھایا تو اپنے سامنے چوکھٹ پہ ایک ادھیڑ عمر آدمی کو کھڑے پایا۔ اس نے کرتے پاجامے کے اوپر ناف کے گرد کپڑا باندھ رکھا تھا اور سر پہ جناح کیپ جیسی ٹوپی تھی۔ تھوڑی پہ ذرہ ذرہ سی داڑھی بھی تھی۔ آنکھیں چندھیا کے فاتح کو دیکھا اور مسکرایا۔

''خوش آمدید۔'' پھر راستہ چھوڑ دیا۔

اس نے جوتے چوکھٹ پہ اتارے اور اندر داخل ہوا۔ وہ آدمی آگے بڑھتا گیا۔ صاف ستھری چھوٹی سی راہداری عبور کر کے ایک دیوان خانے میں اسے لے آیا جہاں فرشی نشست بچھی تھی۔ دیوار پہ شیلف بنے تھے جن کے خانوں میں کانچ کی بہت سی بوتلیں رکھی تھیں۔ اگربتی اور خوشبودار موم بتیوں نے فضا کو معطر کر رکھا تھا۔

وہ دونوں آمنے سامنے چٹائی پہ دو زانو ہو کے بیٹھ گئے تو اس آدمی نے غور سے فاتح کو دیکھا۔

''وقت کے مسافر ہو؟''

''اپنی خوشی سے نہیں گیا تھا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔ ''غلطی سے دروازہ پار کیا تھا۔ صبح اس چابی کے تحلیل ہوتے ہی قدیم ملاکہ میں گزرے پل بھول جاؤں گا۔''

''یاد رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟'' وہ نرمی سے مسکرایا۔

''میں فرار ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ جو کیا ہے' اس کو یاد رکھ کے اس کا سامنا کرنے والوں میں سے ہوں۔ مجھے بتائیے' میں کیا کروں جو اس جادو کا توڑ ہو سکے اور صبح میری یادداشت نہ کھوئے۔''

اس آدمی کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں فاتح کی گردن میں پڑی زنجیر پہ جمی تھیں۔

''یادداشت تو کھو جائے گی لیکن ایک صورت ہے اس کے واپس آنے کی۔''

''بتائیے۔'' وہ تحمل سے بولا۔ گردن میں پڑی زنجیر بھاری ہو رہی تھی۔

''اگر تم وقت کے تین سوالوں کا جواب پا لو تو تمہاری یادیں وقت تمہیں خود لوٹا دے گا۔''

''پوچھیے۔ وہ تین سوال کیا ہیں۔''

شکار باز کی نظریں زنجیر سے اٹھ کے اس کے چہرے تک جا رکیں۔

'تو پھر بتاؤ۔کوئی کام شروع کرنے کے لئے سب سے اہم وقت کون سا ہوتا ہے؟ انسان کی زندگی کا سب سے اہم کام کون سا ہوتا ہے؟ اور انسان کی زندگی میں سب سے اہم شخص کون ہونا چاہیے؟''

چند ثانیے کے لئے اس دیوان خانے میں خاموشی چھا گئی۔وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔دونوں نے پلک تک نہ جھپکی۔

''اور اگر میں کہوں کہ مجھے ان تینوں سوالوں کے جواب معلوم ہیں تو؟''

''تو میں یہ کہوں گا کہ اکثر کو ہوتے ہیں' لیکن ان کا جواب 'دینا' کافی نہیں ہے۔تمہیں ان کا جواب ''پانا'' پڑے گا۔کل جب تمہاری یادداشت کھو جائے گی تو تمہارا امتحان شروع ہو گا۔جس دن تم ان جوابات کا دل کے اطمینان سے اقرار کرلو گے تو وقت تمہیں تمہاری یادداشت لوٹا دے گا۔لیکن ایک شرط ہے۔''

''کہیے۔'' وہ بدقت بولا۔چابی بھاری ہو رہی تھی۔شاید وہ دہکنے بھی لگی تھی کیونکہ اسے گردن پہ گرمائش محسوس ہو رہی تھی۔

''تم کسی سے بالواسطہ مدد نہیں مانگ سکتے۔تم اپنے لئے کوئی تحریر یا اشارہ چھوڑ کے نہیں جا سکتے۔تم اس امتحان میں نقل کر کے کامیاب نہیں ہو سکتے۔تم ان سوالوں کے بارے میں کسی کو بالواسطہ کچھ نہیں بتا سکتے ورنہ تم کامیاب نہیں ہو گے۔تمہیں ان کا جواب فطری طریقے سے خود حاصل کرنا ہو گا۔''

''اگر کوئی اپنے طور پہ میری مدد کرنا چاہے تو؟''

''تم ان تین سوالوں کے بارے میں کسی کو بتا تو سکتے ہو لیکن ان سے مدد نہیں مانگ سکتے۔اس کے علاوہ جو کہو' اس کے لئے تم آزاد ہو۔کوئی خود سے تمہارے مدد کرے' وہ اس کے لئے آزاد ہے۔''

ادھیڑ عمر آدمی دھیرے دھیرے کہہ رہا تھا۔

''یہ سوال تم سے کل کے بعد اگر کوئی زبانی کلامی پوچھ بھی لے تو بھی ان کا جواب 'دینا' درکار نہیں۔تمہیں اپنے عمل سے ان کا جواب خود کو دینا ہو گا جس دن تمہاری زندگی میں یہ جوابات شامل ہو جائیں گے' تمہاری یادیں میں تمہیں لوٹا دوں گا۔''

رات پگھلتی جا رہی تھی اور شکار باز کی آواز دھیمی ہوتی جا رہی تھی۔وہ بڑھتے ہوئے بوجھ کے ساتھ سن رہا تھا۔

''یعنی میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔''

''شہزادی تاشہ کو؟ ہرگز نہیں۔اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو آخری سوال کا جواب کیسے ڈھونڈ پاؤ گے۔''

''آپ اس کو جانتے ہیں؟'' فاتح نے ابرو اٹھائی۔پراسرار آدمی مسکرایا اور شیلف کی طرف اشارہ کیا جہاں کانچ کی ننھی صراحیاں رکھی تھیں۔

''ان میں سے تیسرے نمبر والی میں تالیہ کی یادداشتیں ہیں۔اس کو ایک سوال کا جواب مل گیا تھا اس لیے کچھ یادیں واپس چلی گئیں۔تم دیکھ سکتے ہو کہ یہ بھری ہوئی نہیں ہے۔اور وہ جو خالی صراحی ہے وہ تمہاری ہے۔صبح یہ بھر جائے گی۔''

فاتح نے کنپٹی کو چھوا۔چابی کا وزن بڑھتا جا رہا تھا۔

''اگر اسے میرے ساتھ رہنا ہے تو اسے ایک بات کا علم ہونا ضروری ہے۔'' فاتح نے قریبی میز پہ دھرا قلم کاغذ اٹھایا اور صفحے پہ چند ہندسے گھسیٹے۔

''وہ میرے قدموں کے نشانات کا پیچھا کرتے یہاں ضرور آئے گی۔جب وہ آئے تو اس کو یہ ہندسے دے دیجئے گا۔'' صفحہ پھاڑ کے اس کی طرف بڑھایا۔شکار باز نے اس کاغذ کو تہہ کیا اور جیب میں رکھا۔

''درست وقت اور درست جگہ پہ میں اسے یہ پہنچا دوں گا۔اب تمہیں جانا چاہیے۔''

وان فاتح نے کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔''مجھے واقعی جانا چاہیے۔ایک ادھوری ای میل کو مکمل کرنا ہے مجھے۔''

واپسی کا راستہ طویل تھا مگر جلدی کٹ گیا۔جیب میں کچھ سکے تھے جن سے اس نے رک کے ایک فون بوتھ سے عثمان کو کال کی اور ایک رقم ایڈم کے اکاؤنٹ میں ڈلوانے کو کہا۔ساتھ ہی اپنے لیے نئے موبائل کا بندوبست کرنے کا حکم دیا۔

واپس گھر آ کے اس نے ای میل کی آخری سطور مٹائیں اور اسے دوبارہ سے لکھا۔پھر ایڈم کو ایک ای میل الگ سے لکھی۔وہ چاہتا تھا کہ تالیہ کو ان پیسوں سے ایڈم چاکلیٹس اور کوکو پھل بھیجا کرے۔

وہ سب کچھ بھول بھی جائے تو بھی تالیہ نہ بھولے کہ وہ دونوں ابھی تک مکمل طور پہ وقت کی غلامی سے آزاد نہیں ہوئے تھے۔

☆......☆......☆

واپس حالیہ دن میں آتے ہیں۔

وان فاتح کے آفس کے باہر سیکرٹری کا کیبن تھا۔اس کے آگے چھوٹا سا لاؤنج بنا تھا۔لاؤنج کے صوفے پہ براجمان تالیہ اس کیبن کے ساتھ کھڑے سرگوشیوں میں بات کرتے عثمان (سیکرٹری) اور عبداللہ (باڈی مین) کو صاف دیکھ سکتی تھی۔

عثمان اب دونوں ہاتھ اٹھا کے تسلی دینے والے انداز میں اسے کچھ سمجھا رہا تھا۔عبداللہ کا چہرہ بجھ گیا۔سر اثبات میں ہلایا۔شکوہ کناں انداز میں تالیہ کی طرف دیکھ کے کچھ کہہ بھی ڈالا۔عثمان اس کے کندھے کو تھپکتا مڑا' ٹائی کی ناٹ درست کی اور چہرے پہ مسکراہٹ سجائے تالیہ کی طرف آیا۔

''چے تالیہ۔'' خوش آمدی انداز میں کہتا اس کے قریب صوفے پہ بیٹھا۔

وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھی ناقدانہ انداز میں اسے دیکھے گئی۔

''کیا مجھے جاب دینے سے انکار کر دیا ہے فاتح صاحب نے؟''

''نہیں نہیں....اصل میں...ابھی کوئی ویکنسی خالی نہیں تھی لیکن عبداللہ کچھ دن سے چھٹی مانگ رہا تھا تو کیوں نا کچھ دن آپ عبد اللہ کی جگہ پہ کام کر لیں۔''

تالیہ نے ٹانگ دوسری ٹانگ سے ہٹائی اور سیدھی ہوئی۔تاثرات بدلے۔''باڈی وومن کی جاب؟''

''بس کچھ دن کے لئے....عبداللہ جیسے ہی واپس...''

''عبداللہ ابھی تو چھٹی سے واپس آیا تھا۔غالباً آپ اس کو چند دن کے لئے چھٹی پہ بھیج رہے ہیں کیونکہ باس کو لگتا ہے کہ (بند دروازے کو دیکھا) چے تالیہ چند دن سے زیادہ نہیں ٹکے گی۔''

''ہرگز نہیں' میم....''عثمان شرمندہ ہوا۔تالیہ نے ماتھے پہ بل ڈالے ہنکارا بھرا۔

''خیر...آپ باس کو جا کے بتائیں کہ تالیہ مراد کو یہ جاب منظور ہے۔کب سے کام شروع کروں؟''ایک دم طنزاً مسکرا کے بولی۔

عثمان کو شاید توقع نہ تھی۔لمحے بھر کو چپ ہو گیا۔پھر مسکراہٹ لبوں پہ واپس لے آیا۔

''کل سے۔آج آپ پورا دن خود کو ذہنی طور پہ تیار کر لیں۔''

وہ اٹھنے لگا تو وہ بولی۔''ویسے مجھے کیا کرنا ہو گا؟ کیا وان فاتح کی حفاظت کرنی ہو گی؟''

''وہ تو باڈی گارڈز کا کام ہے۔''عثمان جھینپ کے ہنسا۔''یہ باڈی وومن کی جاب ہے۔ہر سیاستدان کے ساتھ ایک سیکرٹری اور چند گارڈز ہوتے ہی ہیں' مگر ایک پرسنل ایڈ بھی ہوتا ہے جو باڈی مین کہلاتا ہے۔وہ بالکل بھی باڈی گارڈ جیسا نہیں ہوتا۔''

''اور اس کا کام کیا ہوتا ہے؟''وہ گردن اٹھا کے سامنے کھڑے عثمان کو دیکھ کے پوچھ رہی تھی۔

''باس کے کھانے پینے اور کپڑوں کا خیال رکھنا۔چیزیں پکڑانا' کوٹ پہ داغ لگا ہے تو اسے صاف کرنا۔ان کی صحت کا خیال رکھنا ۔کام کی زیادتی باس کو اپنا آپ بھلا دیتی ہے تو آپ ان کو انرجی بارز اور کافی لا کے دیتی رہیں گی۔وہ کار سے نکلیں تو ان کے ہاتھ سے خالی کپ لے لینا وغیرہ وغیرہ۔''

''پندرہویں صدی کے ملاکہ میں یہ کام غلام لوگ کیا کرتے تھے۔وان فاتح مجھے غلام بنانا چاہتے ہیں؟''وہ اداسی سے مسکرائی۔

''نہیں چے تالیہ۔یہ جاب بہت قابل بھروسہ لوگوں کو دی جاتی ہے۔''

عثمان کے جانے کے بعد وہ اٹھی اور کرسی پہ خاموش بیٹھے عبداللہ کی طرف آئی۔

''میں امید کرتی ہوں آپ کو مجھ پہ غصہ نہیں آ رہا ہو گا۔کیونکہ ایسے لگ رہا ہے جیسے میں نے آپ کی جاب لے لی۔''وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولی تو وہ جلدی سے کھڑا ہوا۔

''ہرگز نہیں' چے تالیہ۔ مجھے شرمندہ مت کریں۔'' وہ جھینپ گیا۔

''میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ آپ کو آپ کی جاب واپس مل جائے گی۔ آپ میری طرف سے دل برا مت کیجئے گا۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ باس کبھی بھی مجھے یوں ضائع نہیں کریں گے' میں جانتا ہوں۔ وہ مجھے کہیں اور ایڈجسٹ کر دیں گے۔'' وہ خوش دلی سے مسکرا کے بولا تو تالیہ نے بند دروازے کو دیکھا۔

''عبداللہ!'' آواز دھیمی کی۔ ''کیا آپ مجھے میری جاب ڈسکرپشن لکھ کے دے سکتے ہیں؟''

''جے ڈی؟'' عبداللہ نے سوالیہ ابرو اٹھایا۔ تالیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''فاتح صاحب کو آپ سے بہتر کون جانتا ہوگا۔ اگر آپ مجھے تھوڑا گائیڈ کر دیں کہ میری جاب کے اندر کیا کیا شامل ہے تو میرا کام آسان ہو جائے گا۔''

''آف کورس' چے تالیہ۔ میں ابھی لکھ دیتا ہوں۔ آپ نہ کہتیں' تب بھی میں پورا چارٹ بنا کے جاتا' تاکہ باس کو پیچھے سے مشکل نہ ہو۔'' اس نے فوراً جیب سے چھوٹی ڈائری نکالی اور قلم کھولا۔ پھر کرسی پہ بیٹھا اور جلدی جلدی کاغذ پہ الفاظ گھسیٹنے لگا۔ ساتھ ہی اسے سمجھاتا بھی جا رہا تھا۔ وہ وہیں کھڑے کھڑے سنے گئی۔

باڈی مین کو آفس تک نہ ملتا تھا۔ صرف ایک کرسی ملتی تھی۔ ہونہہ۔

''کیا پڑھ رہی ہو؟'' دوپہر میں وہ اپنے گھر کے برآمدے کے زینوں پہ بیٹھی عبداللہ کے دیے کاغذات کو پڑھ رہی تھی جب داتن ساتھ آ کے بیٹھی۔ تالیہ چونکی' پھر کاغذ اس کی طرف بڑھا دیے۔

''مجھے وان فاتح نے پرسنل ایڈ کی جاب دے دی ہے۔ یہ میری جے ڈی (جاب ڈسکرپشن) ہے۔''

اب وہ سامنے گھاس پہ پھیلی ٹھنڈی دھوپ کو دیکھ رہی تھی۔ داتن نے عینک ناک پہ جمائی اور کاغذات کو الٹ پلٹ کے دیکھا۔

''یہ اس کے آفس کی ادنیٰ ترین جاب ہے۔''

''جانتی ہوں۔''

''جانتی ہو تو قبول کیوں کی؟'' وہ خفا ہوئی۔

''مجھے خزانے سے بہت امید تھی' داتن' مگر خزانہ وہاں نہیں تھا۔ خزانہ کھو چکا ہے۔ اپنا لوٹا ہوا مال میں واپس کر چکی ہوں۔ چند زیورات کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں وان فاتح کے قریب رہنا چاہتی ہوں۔ ایسے ہے تو ایسے سہی۔''

''کیا ان کو معلوم ہے کہ تم ہی حالم ہو۔''

تالیہ چونکی۔ ''حالم!'' اسے یاد آیا۔ ''نہیں مگر انہوں نے حالم کو ایک کام کہا تھا۔ داتن' تم ایک کام کرو۔ تم ملاکہ جاؤ اور معلوم کرو کہ

سولہ اور سترہ جولائی کی درمیانی شب وان فاتح کے ساتھ وہاں کیا ہوا تھا۔ ان کو کچھ چوٹیں آئی ہیں اور وہ یاد نہیں کر پا رہے کہ ان کے ساتھ یہ کیسے ہوا۔"

"تم خود یہ کیوں نہیں معلوم کر سکتیں؟"

"کیونکہ میں جانتی ہوں ان کے ساتھ کیا ہوا تھا لیکن جو میں جانتی ہوں وہ ان کی عقل سے اوپر ہے۔ تم ایک عام انسان کے طور پہ جو بھی معلوم کرو گی وہ ان کی عقل میں آ جائے گا۔" مگر داتن کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔

"اگر تمہیں سب معلوم ہے تو ان کو آسان الفاظ میں بتا کیوں نہیں دیتی؟"

تالیہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔

"وہ یقین نہیں کریں گے۔ کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

"تو پھر میرے جانے کا فائدہ؟"

"جو کام انہوں نے سونپا ہے اور جس کے پیسے وہ دیں گے' اس کو ایمانداری سے کرنے کے لئے تمہیں وہاں جا کے اس رات کو ٹریس کرنا ہوگا۔"

"اور اس رات ہوا کیا تھا؟" داتن غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "اس رات کے بعد سے تم بدلی بدلی سی ہو' تالیہ۔"

"میرے ساتھ کیا ہوا تھا' اس کو جانے دو۔ لیکن ان کے ساتھ جو بھی ہوا تھا وہ کسی سی سی ٹی وی فوٹیج پہ نہیں ملے گا۔ زیادہ سے زیادہ تمہیں یہی معلوم ہوگا کہ وہ ایڈم کے ساتھ سوا گیارہ کے قریب گھر میں داخل ہوئے اور پھر ساڑھے گیارہ بجے ایڈم اور میرے جانے کے بعد وہ وہاں سے نہیں نکلے۔ یہ بات ثبوتوں کے ساتھ میں ان کو سمجھا دوں گی تو وہ اس رات کا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

وہ داتن کے ہاتھ سے کاغذات لیتی اٹھی۔ "اب میں اپنی نئی جاب کی تیاری کر لوں۔"

"او لڑکی.. تم کیسے ایک سیاسی پارٹی میں کام کرو گی؟ تم آخر اپنے اصل سے اتنا دور کیسے بھاگ سکتی ہو؟"

تالیہ جو برآمدے میں آگے چلتی جا رہی تھی' رکی اور مسکرا کے داتن کو دیکھا۔

داتن زینوں پہ یوں بیٹھی تھی کہ اس کے عقب سے دھوپ آ رہی تھی۔ تالیہ کی آنکھیں چندھیا گئیں اور اس نے ماتھے پہ ہاتھ کا چھجا بنا لیا۔

"وہ کون ہوتا ہے جو دوسرے کے لالچ کو اس کے خلاف استعمال کر کے.... اسے سنہرے مستقبل کا جھانسا دے کر لوٹتا ہے اور پھر یوں آنکھیں پھیرتا ہے کہ اس کا شکار ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے اور کچھ کر بھی نہیں سکتا کیونکہ شکار کو لگتا ہے کہ یہ اس کا اپنا آئیڈیا ہی تھا۔ کون ہوتا ہے وہ بھلا؟"

"ایک اسکامر۔"

''ہاں اور سیاستدان بھی۔''

آنکھیں چندھیا کے تاریک نظر آتی داتن کو دیکھ کے وہ کہہ رہی تھی۔

''ہر الیکشن کے بعد عوام ہاتھ ملتے ہیں' افسوس کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو ووٹ کیوں دیا۔ یہ تو ہمیں لوٹ کے چلے گئے' مگر یہی تو سیاستدانوں کا اسکام ہے۔ وہ لوگوں کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ ان کو ووٹ دینا عوام کا اپنا آئیڈیا تھا۔ غلط' داتن پدوکا۔ غلط۔ الیکشن ایک لمبا اسکام ہوتا ہے۔ ایک خوبصورت con game۔ عوام ووٹ نہیں دیتی۔ سیاستدان عوام کے خوابوں کو ان کا لالچ بنا کے استعمال کرتا ہے' وہ اتنے دلفریب وعدے کرتا ہے کہ عوام مجبور ہو جاتی ہے۔ عوام سے ووٹ لیا جاتا ہے۔ اور رہی میں..تو میں اس دفتر میں اس لئے کام کر سکتی ہوں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اسکام کیسے کھیلے جاتے ہیں۔ اور ان کا توڑ کیا ہوتا ہے۔''

☆......☆......☆

''وان فاتح کے اتنا قریب کام کرنے کے بعد یاد رکھنا کہ چیزیں پیچیدہ ہو جائیں گی۔''

''تالیہ کی ہمت اب کوئی پیچیدگی نہیں توڑ سکتی۔'' پھر لبوں تک دو انگلیاں لے جا کر ان کو پھونک مار کے ہوا کے حوالے کیا اور مسکرا کے ہاتھ ہلاتی اندر چلی گئی۔

''تالیہ کو کیا ہو گیا ہے!'' داتن پدوکا کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ یہ اتنی نڈر اور بے خوف تو کبھی نہیں تھی۔ آخر اس رات کیا ہوا تھا؟

☆......☆......☆

جدید ملاکہ کے خوبصورت شہر پہ بارش ساری دوپہر دل کھول کے برسی اور پھر تھمی تو شام اترنے لگی۔ سن باؤ کے گھر کا صحن گیلا تھا اور مجسمے کے قریب ایڈم زمین پہ بیٹھا' دستانے چڑھائے اینٹوں کو جوڑ رہا تھا۔ کانوں میں ہینڈز فری لگا رکھا تھا۔

''جی چے تالیہ صبح تک سارا صحن برابر کر دیا تھا میں نے مگر کیاری والا حصہ بارش نے پھر سے خراب کر دیا۔ جی.....جی اب دوبارہ اسے جوڑ رہا ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ جینز کے گھٹنے کیچڑ آلود تھے اور دستانے گارے میں لتھڑے تھے۔ سر پہ ٹوپی تھی اور چہرے پہ مسکراہٹ۔

''آپ بتائیں آپ کی جاب کا پہلا دن کیسا رہا؟''

دوسری طرف سے جلا بھنا جواب موصول ہوا۔

''باڈی وومن بنا دیا مجھے اس غلام نے جس کی ایک زمانے میں میں نے بھری منڈی میں بولی لگائی تھی۔'' شہزادی تاشہ نے ساتھ میں ''ہونہہ'' بھی کیا تھا۔

''باڈی وومن؟'' اینٹ اٹھاتے ہوئے ایڈم ہنس دیا۔''یعنی کہ پرسنل ایڈ؟ اوہ چے تالیہ۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔شہزادی کو غلام کی چاکری کرنی پڑے گی۔'' وہ ہنستا جا رہا تھا۔ساتھ ہی دونوں ہاتھوں سے اینٹ رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔گارا زیادہ ڈال دیا تھا' اینٹ برابر نہیں بیٹھ رہی تھی۔

''خود جاب لیس ہو اور مجھ پہ ہنس رہے ہو۔ارے تمہیں تو کوئی باڈی مین تک نہیں رکھتا۔ایک میں تھی جس نے شاہی مورخ بنا دیا تھا۔''

ایڈم رکا اور دائیں ہاتھ سے دستانہ اتار کے اسے الٹ پلٹ کے دیکھا۔''اور یہ معجزہ ہی ہے کہ آپ کی غلامی کے بعد بھی یہ ہاتھ سلامت ہے۔''

''اگر ہاتھ سلامت ہے تو ایک جاب ہے تمہارے لئے۔''

''حکم کیجئے' شہزادی۔'' اینٹ کو زور سے دبایا۔وہ اندر فٹ بیٹھ ہی نہیں رہی تھی۔کچھ تھا جو غلط تھا۔

''قدیم ملاکہ میں تم شاہی مورخ تھے۔تمام حالاتِ حاضرہ کو قلم کرتے تھے۔جانتے ہو ایسے شخص کو جدید زمانے میں کیا کہا جاتا ہے؟''

''کیا' چے تالیہ؟'' جھنجھلا کے اینٹ نکالی اور کیاری کے شگاف کو دیکھا۔برابر سطح میں ایک اسی اینٹ کا خانہ خالی تھا۔اس نے مٹھی سے مزید اینٹ نکالی۔

''رپورٹر!''

''رپورٹر؟'' ایڈم حیران ہوا۔ساتھ ہی مٹھیوں سے مٹی بھی نکالے جا رہا تھا۔

''ہاں ایڈم۔تم لکھنا چاہتے ہو نا؟ وہ بھی سچ؟ تو تم رپورٹنگ کی طرف چلے جاؤ۔اور یہ مت کہنا کہ تمہیں جاب کون دے گا۔میرا ایک کلائینٹ ایک اخبار چلاتا ہے۔اس سے تمہارے لئے وقت لیا ہے۔دو دن بعد تم انٹرویو دینے پہنچ جانا۔''

''آپ اور اتنی مہربان؟''

''اور سنو' کوئی اچھی سی تحریر لکھ کے لے جانا۔وہ تحریر تمہاری سی وی ہوگی۔اس کو پڑھ کے ہی وہ تمہیں نوکری دینے یا نہ دینے کا فیصلہ کریں گے۔'' اس کی بات کو نظرانداز کر کے کہے جا رہی تھی جب ایڈم ایک دم کراہا۔''آؤچ۔''

''یا اللہ ایڈم....کیا ہوا؟''

''جی چے تالیہ....میں انٹرویو دینے ضرور جاؤں گا۔اچھا میں ٹھہر کے کال کرتا ہوں۔'' اس نے فون بند کیا اور ٹارچ جلا کے مٹی پہ روشنی پھینکی۔ویسے تو شام کی روشنی پھیلی تھی مگر وہ کافی نہ تھی۔ایڈم نے چہرہ جھکایا اور تعجب سے پتلیاں سکوڑ کے دیکھا۔اس کے ہاتھ پہ کیا چبھا تھا بھلا؟

مٹی میں تار کا ٹکڑا دکھائی دے رہا تھا۔موٹی سیاہ تار کا کٹا ہوا سرا جس سے برہنہ تاریں نکل رہی تھیں۔ایڈم نے دستانے سے

تار پکڑ کے کھینچی تو کسی سانپ کی طرح وہ باہر نکلتی آئی۔

''یہ کیا؟''

وہ اچنبھے اور تعجب سے اس تار کو دیکھ رہا تھا۔ (یہ تار کہاں جا رہی ہے؟)

تار کیاری میں دبی ہوئی تھی۔ وہ اسے مٹی سے کھینچ کے نکالتا کیاری کے سرے تک آیا جہاں وہ زمین کے اندر دب جاتی تھی۔ وہ کہاں تک جاتی تھی؟ یہ عجیب سی تار سن باؤ کے صحن میں کیوں دفن تھی؟

ذہن کے کسی تہہ خانے میں تالیہ مراد کی آواز گونجی۔

''سن باؤ کا گھر.... تین خزانوں کا گھر....''

پہلا خزانہ وقت کا تھا.... جس کا قفل کھلنے سے دل خالی ہو گیا تھا۔

دوسرا خزانہ انہوں نے مجسمے تلے اپنے ہاتھوں سے دبایا تھا.... جسے کھودنے کے بعد بھی ہاتھ خالی رہ گئے تھے۔

ایک دفعہ مذاق مذاق میں تالیہ نے کہا تھا کہ اس گھر میں ایک تیسرا خزانہ بھی ہونا چاہیے۔

کیا سن باؤ کے گھر میں کوئی تیسرا خزانہ بھی دبا تھا جس سے کوئی واقف نہ تھا؟

ایڈم بن محمد یک ٹک اس تار کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی گردن کے بال کھڑے ہونے لگے تھے۔

☆......☆......☆

اس صبح عصرہ بنت محمود ناشتے کی میز کی طرف جا رہی تھی جب لاؤنج کی کھڑکی کے جالی دار پردے کو دیکھ کے رکی۔ وہاں سے لان اور پورچ دکھائی دے رہا تھا۔ وان فاتح کے گارڈز کار کے قریب مستعد کھڑے تھے۔ صبح ہی صبح یہ عملہ پہنچ جاتا تھا اور رات تک اس کے ساتھ رہتا تھا۔ عصرہ کو ہر صبح عثمان، دو گارڈز اور عبداللہ کو اس جگہ دیکھنے کی عادت تھی مگر آج وہاں ایک نیا چہرہ بھی تھا۔

''تالیہ؟''

وہ کار سے ٹیک لگائے کھڑی، موبائل پہ سر جھکائے ہوئے تھی جب عصرہ کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ چونک کے سر اٹھایا۔ عصرہ نہار منہ، بالوں کو جوڑے میں لپیٹتی، کندھوں پہ شال لپیٹے چلی آ رہی تھی۔

''صبح بخیر مسز عصرہ۔'' تالیہ سنبھل کے مسکرائی اور فون کہنی پہ اٹھائے بڑے سے لیدر بیگ میں ڈالا۔

''اشعر صاحب سے جاب کا کہا تو انہوں نے مجھے فاتح صاحب کے اسٹاف میں بطور باڈی وومن جاب دلوا دی۔'' کندھے اچکا کے بولی۔ عصرہ نے سر سے پیر تک ایک ہی نظر میں اس کا جائزہ لے لیا۔

وہ عام دنوں کے برعکس سادہ سی تیار ہوئی تھی۔ ٹائٹس پہ لمبی بھوری فراک، گردن میں پھولدار رومال، بالوں کی اونچی پونی، پیر

میں کینوس شوز....وہ واقعی ایک پرسنل ایڈ لگ رہی تھی۔ وہ ایگزیکٹیو ڈیزائنر کوٹ' وہ قیمتی لباس' سب ندارد تھا۔ ہاں انگلی کی سرخ آنسو شکل انگوٹھی اور بالوں میں لگا سنہرے ہرن کے چہرے والا کلپ ویسا ہی تھا۔

''باڈی ومن۔ اوہ اچھا۔ اچھا۔'' عصرہ سنبھل کے مسکرا دی۔ پھر ادھر ادھر سارے عملے کو دیکھا جو فاتح کے انتظار میں کھڑے تھے۔ ''مجھے نہیں معلوم تھا تم سیاسی عزائم بھی رکھتی ہو۔''

''عزائم کا تو علم نہیں' البتہ وہ تمام خوبیاں میرے اندر موجود ہیں جو بی این میں کام کرنے کے لئے درکار ہیں۔''

''گڈ۔'' عصرہ نے مسکرا کے شانے اچکا دیئے' البتہ ایک گہری نظر اس پہ ضرور ڈالی جو کار سے ٹیک لگائے بے نیازی سے دائیں بائیں دیکھ رہی تھی۔

عصرہ کے جانے کے بعد گیٹ کھلا اور وہ اندر داخل ہوتا دکھائی دیا۔ ٹی شرٹ ٹراؤزر میں ملبوس' پسینے سے تر چہرہ لئے' گہرے گہرے سانس لیتا وہ اندر آیا تو وہ فوراً سیدھی کھڑی ہوئی۔ ایک ہاتھ بیگ میں چلا گیا۔

''آپ کی پوسٹ ورک آؤٹ ڈرنک۔ سر!'' آگے آئی اور ادب سے بوتل نکال کے پیش کی۔ بوتل سلور رنگ کی تھی اور عبداللہ نے سامان کے ساتھ حوالے کی تھی۔ فاتح نے بوتل پکڑتے اسے ایک نظر دیکھا۔

''تم آ گئیں' تاشہ!'' بوتل منہ سے لگائی۔ گھونٹ بھرا۔ پھر منہ بنا کے بوتل نیچے کی۔

''لگتا ہے تم نے اپنی ساری کڑواہٹ بھی میری ڈرنک میں گھول دی ہے۔''

چوٹ بہت زور کی تھی مگر وہ ضبط کر گئی۔ تحمل سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کے بولی۔ ''یہ آپ کی فیورٹ ڈرنک ہے' سر' لیکن اگر آپ نے ابھی ابھی اپنے فیورٹس بدلنے کا فیصلہ کیا ہے تو مجھے نیا فیورٹ بتا دیں۔ میں کل سے وہی لے آؤں گی۔''

''میری پسند ناپسند معلوم کرنا تمہاری جاب ہے' تاشہ!'' بوتل اس کے ہاتھ میں تھمائی اور خود آگے بڑھ گیا۔ تالیہ نے کینہ توز نظروں سے اسے جاتے دیکھا۔ اردگرد کھڑے گارڈز اور عثمان خاموشی سے اس کی ''بے عزتی'' دیکھ رہے تھے۔ بالکل نہ بولے۔ اس نے ٹھنڈی بوتل بیگ میں ڈال دی۔ بے حد لذیذ مشروب صرف تالیہ کے ہاتھ میں جانے سے اب اسے کڑوا محسوس ہوگا؟ واہ' تو انکو!

کار میں وہ خاموشی سے اگلی سیٹ پہ بیٹھی تھی۔ عثمان ڈرائیو کر رہا تھا اور فاتح پیچھے بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا تھا۔ دفعتاً سگنل پہ کار رکی تو تالیہ کھنکھاری۔ ''آپ کو اس سگنل سے آفس تک اخبار پڑھنے کی عادت ہے' تو میں ذرا اخبار لے آؤں۔'' جتا کے بولی تو فاتح نے محض اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ گھر میں آئی اخبار کار میں نہیں لے کر جاتا تھا۔ راستے سے عبداللہ ہمیشہ تازہ اخبار لیتا تھا۔

وہ کار سے نکلی تو ایک دم بوندا باندی شروع ہو گئی۔ چھتری بیگ میں تھی اور کے ایل کا موسم وان فاتح کے موڈ جیسا تھا۔ پل میں تولہ پل میں ماشہ۔ اخبار کے اسٹال جانے تک بارش کی تیز بوچھاڑ برسنے لگی۔ تالیہ بھیگ گئی۔ اخبار کو تو پلاسٹک ریپر میں ڈالا مگر خود کو کہاں

ڈالتی؟ بھاگتی بھاگتی واپس کار میں آئی اور اندر پناہ لی۔ پھر ریپر کھول کے اخبار پیچھے باس کی طرف بڑھائی۔

اس نے ایک نظر بھیگی ہوئی لڑکی پہ ڈالی اور اخبار پکڑ لی۔ پھر عینک لگائی اور چند لمحے سرسری نظر سے خبروں کا جائزہ لیا۔ پیشانی شکن آلود ہوگئی۔

''تم یہ اخبار خود پڑھ لو۔ تمہاری سیاسی سمجھ بوجھ میں اضافہ ہوگا۔'' شاید کسی خبر کو دیکھ کے موڈ آف ہوا تو عینک اتاری اور ناگواری سے اخبار آگے بڑھادی۔

عثمان خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا جیسے چے تالیہ کی بے عزتی نمبر دو سنی ہی نہ ہو۔

اس نے چپ چاپ اخبار پکڑ لی اور رول کر کے بیگ میں ڈال دی۔ تاثرات سپاٹ رکھے۔ (اب میری لائی اخبار بھی کڑوی ہے کیا؟ ہونہہ۔)

وہ آفس کے اندر چلا گیا تو وہ باہر کرسی پہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ بار بار گھڑی کو دیکھتی۔ کافی کا وقت ہوا تو اٹھی اور کچن میں گئی۔ آفس کا چھوٹا سا کچن تھا جو اسٹاف کے لئے تھا۔ ایگزیکٹیو کچن علیحدہ تھا۔

ابھی اس نے کافی بنائی ہی تھی کہ ساتھ ایک لڑکی آ کے کھڑی ہوئی۔ وہ اپنے لئے مگ نکال رہی تھی۔ اس کو دیکھ کے تالیہ رکی۔ ماتھے پہ کٹے ہوئے بھورے بالوں والی یہ وہی لڑکی تھی جسے خواب میں وہ ٹرمینیشن لیٹر دے رہی تھی۔ قدیم ملاکہ کی سونے کی قید میں ایک وہ خواب تھا جو امید دلاتا تھا کہ کبھی وہ واپس جائیں گے۔ کون تھی یہ لڑکی؟

''تم فاتح صاحب کی اسٹافر ہو؟'' اس نے اپنی چائے بناتے ہوئے ایک سرسری نظر تالیہ پہ ڈالی۔ تالیہ نے سر ہلا دیا۔ ''جی۔''

''کافی میکر استعمال کے بعد صاف کر دینا اور فلٹر پیپر نکال کے پھینک دینا۔ یاد سے۔'' نخرے سے یاد کرایا تو تالیہ نے بس ایک خاموش نظر اس پہ ڈالی۔ (یہ نہیں جانتی کہ ایک دن میں اس کو ٹرمینیٹ کروں گی۔ مگر ایک باڈی وومن کسی کو ٹرمینیٹ کیسے کر سکتی ہے؟)

کافی لے کر وہ اندر آئی تو وہ فائلز میں الجھا بیٹھا تھا۔ تالیہ نے مگ رکھا تو عادتاً بولا۔ ''تھینکس عبد....''

پھر رکا۔ نظر اٹھا کے اسے دیکھا۔ تاثرات سپاٹ ہوگئے۔ خاموشی سے مگ اٹھایا اور گھونٹ بھرا۔ وہ جان بوجھ کے رک کے اس کے تاثرات دیکھنے لگی۔

''خود بنائی ہے؟'' گھونٹ بھر کے پوچھا۔

''جی سر!''

''بہت بدمزہ ہے۔ آئندہ مت بنایا۔ نیچے مال سے لے آنا۔ اسے گرا دو۔'' ناگواری سے کہتے مگ پرے دھکیلا اور لیپ ٹاپ سامنے کر لیا۔ ماتھے پہ شکنیں اور آنکھوں میں برہمی تھی۔

ملاکہ کی شہزادی کے لئے صبر کے گھونٹ بھرنا بہت مشکل ہو گیا تھا' مگر وہ جانتی تھی کہ وہ جان بوجھ کے ایسا کر رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے وہ خود جاب چھوڑ کے چلی جائے۔

''نیچے مال سے لے آتی ہوں' سر۔''

''ابھی پارلیمنٹ کے لئے نکلیں گے' تب لے آنا۔'' وہ کی بورڈ پہ ٹائپ کر رہا تھا۔ بے نیازی سی بے نیازی تھی۔ وہ اتنا مصروف تھا کہ اس کے پاس تالیہ کو دیکھنے کا وقت بھی نہیں تھا۔ وہ چپ چاپ پلٹ گئی۔

فاتح کار میں بیٹھ چکا تھا جب وہ کافی کے دو گلاس اٹھائے' بیگ سنبھالتی کار تک آئی۔ عبداللہ نے بتایا تھا کہ وہ پارلیمنٹ والے دن راستے میں دو مگ کافی پیتا ہے۔ اس نے ایک مگ پکڑ لیا اور دوسرا اس کی طرف بڑھا دیا پھر آگے بیٹھ گئی۔ دھڑکتے دل کے ساتھ بیک ویو شیشے میں اس کا عکس دیکھا۔

فاتح نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے مگ لبوں سے لگایا۔ دو گھونٹ بھرے۔ پھر سڑک کنارے بھاگتی عمارتوں کو دیکھ کے کہنے لگا۔

''تم نے راپا چینی کی بیٹی والی کہانی پڑھی ہے' تاشہ؟''

''نہیں سر!'' وہ سانس روکے اس کے تاثرات پڑھ رہی تھی۔ دل برا ہونے لگا تھا۔

''راپا چینی نے اپنے گھر میں زہریلے پھولوں کا باغ لگایا اور بچپن سے اپنی بیٹی کو زہریلے پھولوں کا رس پلانے لگا۔ تھوڑا تھوڑا زہر اس کے اندر اترا تو وہ مری نہیں' بلکہ زہر سے Immune ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ خود ایک زہریلا پھول بن گئی۔ وہ لڑکی جس پھول کو چھوتی وہ اس کے ہاتھ میں مرجھا جاتا۔ جس شخص کو چھوتی' اسے اپنے لمس کے زہر سے مار دیتی۔ میں ابھی تک سمجھتا تھا کہ یہ ناممکن ہے کہ کسی انسان کے ہاتھ میں اتنی کڑواہٹ بھر جائے کہ وہ جس کو چھوئے....'' سر جھٹک کے عثمان کو پکارا۔ ''پلیز اس کافی کو اس پھول بیچنے والے کو دے آؤ۔ شاید اس کو یہ اتنی بدمزہ نہ لگے۔''

عثمان نے کار روکی۔ خاموشی سے دونوں کپ لئے اور باہر نکل کے ایک پھولوں کے اسٹال تک چلا گیا۔

وہ چپ چاپ بیٹھی لب کاٹتی رہی۔ وہ جواب نہیں دے گی' یہ طے تھا۔ وہ یہی چاہتا تھا نا کہ وہ جواب میں پھٹ پڑے اور وہ اسے نکال دے۔ نہیں۔ وہ چپ رہے گی۔ وہ اسے خود کو فائر کرنے کی معقول وجہ نہیں دے گی۔ تالیہ مراد اگر کڑوی تھی تو وان فاتح کو یہ کڑوا گھونٹ پینا ہی پڑے گا کیونکہ یہ اس کی اپنی خواہش تھی کہ تالیہ اس کے ساتھ رہے۔ وہ صرف اپنا وعدہ نبھا رہی تھی۔

☆......☆......☆

ملاکہ میں آج مطلع صاف تھا۔ سن باؤ کا گھر خاموشی سے کھڑا اپنے سامنے بنے بازار کو دیکھ رہا تھا۔ وہاں قطار میں شاپس اور ریستوران بنے تھے۔ باہر کرسیاں میزیں ڈالے بیٹھے لوگ کھانے پینے اور خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

ایسے میں ایک ریستوران جوسن باؤ کے گھر کے عین سامنے تھا' اس کے کاؤنٹر کے ساتھ رکھے اسٹول پہ داتن بیٹھی تھی۔ کاؤنٹر پہ ٹشو کا ڈبہ رکھا تھا جس سے ٹشو نکال نکال کے وہ آنکھیں پونچھ رہی تھی اور ساتھ کھڑی معمر سیلز وومن ہمدردی بھرے تاثرات سے اس کی کتھا سن رہی تھی۔

''نہ وہ پیسے بھیجتا ہے' نہ ملنے آتا ہے۔ اتنے بڑے آدمی کی نوکری نے میرا بیٹا مجھ سے چھین لیا ہے۔''

موٹے موٹے آنسو صاف کرتی وہ گیلی آواز میں بتا رہی تھی۔ سر پہ اسکارف لپیٹے' داتن پدو کا ایک دکھیاری عورت لگتی تھی جس کے غم دوسری عورتوں جیسے تھے۔

سیلز وومن نے تاسف سے سر ہلایا۔ ''یا اللہ.... آج کل کی اولاد۔'' پھر جیسے رائے دینے لگی۔ ''تم اس کے باس سے کیوں بات نہیں کرتی۔''

''اس کا باس؟ ہونہہ۔ وہ وان فاتح ... ممبر پارلیمنٹ کا سالا ہے۔ اشعر محمود۔ اس سے کیا بات کروں۔ میرے جیسوں کو تو وہ اندر گھسنے ہی نہ دے۔''

''وان فاتح کا سالا؟'' سیلز وومن نے چونک کے سڑک کی طرف دیکھا جس کے دوسری طرف سن باؤ کی حویلی تھی۔

''یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ میں زہری سے کہتی ہوں وان فاتح سے رابطہ کرنے کی کوشش کرے۔ تمہیں معلوم ہے۔'' راز داری سے کاؤنٹر پہ جھکی۔ ''یہ سامنے والی سرخ حویلی وان فاتح کی ہے۔''

''ایں؟'' روتی ہوئی داتن نے سر اٹھا کے بے یقینی سے اسے دیکھا' پھر منہ بنایا۔ ''ادھر ملاکہ میں اس کی حویلی کہاں سے آ گئی؟''

''یقین کرو میں سچ بول رہی ہوں۔''

''خیر... ہو بھی سکتی ہے مگر اس جیسے بڑے لوگ یہاں نہیں آتے۔ وہ تو اپنے محلوں سے ہی نہیں نکلتے۔'' آنسو پھر سے اس کی آنکھوں سے ابلنے لگے۔ ''اور ان کے محلات کی حفاظت میرے بیٹے جیسے لوگ کرتے ہیں۔''

''نہیں نہیں وہ آتا ہے۔ رک کے دکان والوں کی خیریت بھی پوچھتا ہے۔ مہینے دو مہینے بعد ایک دن کے لئے آ جاتا ہے۔ ابھی پچھلے ہفتے ہی وہ آیا تھا۔'' بتانے والی عورت تھی اور شروع ہو چکی تھی۔

تھوڑی دیر بعد داتن سڑک کنارے چلتی فون کان سے لگائے کہہ رہی تھی۔

''تھوڑا بہت علم ہوا ہے کہ اس رات وان فاتح نے کیا کیا تھا۔''

''مجھے معلوم ہے' داتن۔'' تالیہ اس وقت پارلیمنٹ کی گیلری میں بیٹھی تھی اور فون کان سے لگائے روکھے سے انداز میں کہہ رہی تھی۔ نیچے سیشن جاری تھا۔ ڈیسک سجے تھے اور نیچے بیٹھے اشعر اور فاتح دکھائی دے رہے تھے جو خاموشی سے ایک ساتھی کی تقریر سن رہے تھے۔

''میں نے ارد گرد لوگوں کو کریدا ہے۔ ایک نے تو سی سی ٹی وی فوٹیج بھی دکھا دی ہے۔''

''اور اس میں تم نے مجھے اندر داخل ہوتے دیکھا ہوگا۔''

''ہاں۔ اور بعد میں ایڈم آتا ہے فاتح کو لے کر۔ پھر پولیس والے آتے ہیں اور کچھ دیر بعد تم اور ایڈم باہر نکلتے ہو مگر تمہارے لباس مختلف ہیں۔''

''اور پھر وان فاتح سو جاتا ہے اور صبح جب وہ اٹھتا ہے تو اس کو گزشتہ رات بھول چکی تھی....'' تالیہ بےزاری سے دہرا رہی تھی۔ وہ لمبی کتھا سننے کے موڈ میں نہیں تھی۔ ''اب تفتیش ایمانداری سے مکمل ہوگئی ہے' داتن' تم واپس جاؤ' اور سی سی ٹی وی فوٹیج مجھے بھیج دو۔ میں فاتح کو دکھا دوں گی۔''

''وان فاتح سوتا نہیں ہے۔ وہ تمہارے جانے کے بعد گھر سے نکل گیا تھا اور صبح فجر سے پہلے واپس آیا تھا۔''

تالیہ مراد تیزی سے سیدھی ہوئی۔ نظر نیچے بیٹھے فاتح پہ جم گئی جو یہاں سے بہت چھوٹا نظر آ رہا تھا۔

''وہ گھر سے باہر گئے تھے؟ مگر کہاں؟ انہوں نے تو کہا تھا کہ وہ اب آرام کرنے لگے ہیں۔''

''اطراف والوں نے اڑتے اڑتے سنا ہے کہ اس رات وان فاتح کے ساتھ کوئی چوری چکاری کی واردات ہوئی تھی اور وہ پولیس اسٹیشن گیا تھا۔ یہ چھوٹا علاقہ ہے اور فاتح مشہور آدمی ہے' ایسی باتیں چھپی نہیں رہتیں۔''

ایک دم سے معاملہ دلچسپ ہوگیا تھا۔ وہ بالکل الرٹ ہوگئی۔

''داتن... تم معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ کیا وہ ساری رات تھانے میں رہا تھا یا کہیں اور بھی گیا تھا۔''

''میں یہی کرنے آئی ہوں' ملاکہ' لیکن وعدہ کرو کہ واپسی پہ تم مجھے سب سچ سچ بتاؤ گی۔''

تالیہ نے جواب دیے بنا فون بند کر دیا۔ پھر اپنا دوسرا موبائل نکالا اور فاتح کو پیغام لکھا۔

''اس رات آپ کے ساتھ چوری کا واقعہ ہوا تھا اور آپ پولیس اسٹیشن گئے تھے۔ کیا ایسا کچھ یاد ہے آپ کو؟''

نیچے اپنی نشستوں پہ بیٹھے افراد بور سے ہو کے ایک قانون ساز کی تقریر سن رہے تھے۔ ایسے میں وان فاتح جو ٹیک لگائے' گال تلے انگلی جمائے بیٹھا تھا' فون کی تھرتھراہٹ پہ چونکا۔ حالم اس کے ان چند کانٹیکٹس میں تھا جن کے لئے اس نے الگ رنگ ٹون لگا رکھی تھی۔ وہاں موبائل کا استعمال پروٹوکول کے خلاف تھا مگر وہ پرواہ نہیں کیا کرتا تھا۔ اطمینان سے فون نکالا اور اسکرین کو چھوا۔ پھر جواب لکھنے لگا۔

''ہاں۔ جب میں صبح اٹھا تو میرے دوست کمشنر نے مجھے رات میرے بیان کی ویڈیو بھیجی تھی۔''

''آپ نے مجھے ویڈیو کے بارے میں پہلے کیوں نہیں بتایا؟''

''کیونکہ تفتیش تمہارا کام تھا' میرا نہیں۔'' وہاں بےنیازی کا وہی عالم تھا۔ تالیہ

''اوکے' مجھے ویڈیو بھیجیں۔ مجھے وہ دیکھنی ہے...ابھی....'' وہ ماتھے پہ بل لئے ٹائپ کر رہی تھی۔

تو وان فاتح اس رات فوراً سے سویا نہیں تھا بلکہ وہ کچھ کرتا رہا تھا مگر کیا؟

فاتح نے اس کے بتائے ای میل ایڈریس پہ فوراً سے کمشنر کی ای میل فارورڈ کر دی۔

تالیہ نے ہینڈز فری کانوں سے لگائی اور گیلری سے باہر نکل آئی۔ باہر ایک خاموش راہداری میں کھڑے اس نے وہ ویڈیو دیکھی۔ یوں لگتا تھا وہ ویڈیو اس نے خود کو لگی چوٹوں سے مطمئن کرنے کے لئے بنوائی تھی تاکہ جب وہ صبح اٹھے تو اسے رات کے واقعات پہ شک نہ ہو۔

مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ اسے شک پڑ گیا تھا اور اس نے حالم کو ہائر کر لیا تھا۔

البتہ ایک خیال تالیہ کا دل برا کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس نے اتنی محنت سے ویڈیو بنوائی تاکہ جو فاتح صبح جاگے اسے بھولے سے بھی ماضی کی کرید نہ ہو۔ وہ تالیہ کو اپنے لاشعور سے بھی نکال پھینکنا چاہتا تھا۔ واہ فاتح صاحب....واہ....اس نے بہت سے آنسو اندر اتارے اور کانوں سے ہینڈز فری کھینچ ڈالی۔

سامنے لفٹ کے دروازے کھلے اور فاتح' عثمان کے ہمراہ آتا دکھائی دیا۔ ایک تھکا دینے والے طویل سیشن کے بعد وہ یقیناً تھک چکا تھا۔

''آپ کا انرجی بار' سر!'' ایک انرجی بار اپنی سیاہ زنبیل سے نکال کے اس کی طرف بڑھایا۔ فاتح نے بار تھاما' اس کو الٹ پلٹ کے دیکھا' پھر ایک خاموش نظر تالیہ پہ ڈالی اور بولا۔

''مجھے انرجی کی ضرورت نہیں ہے' میں بالکل فریش ہوں۔'' بےزاری سے کونے میں رکھے ڈسٹ بن میں بار اچھال دیا اور راہداری کا موڑ مڑ گیا۔

تالیہ کے گال دہکنے لگے۔ اندر موجود شہزادی نے کہا کہ لعنت بھیجو اس نوکری پہ اور ابھی استعفیٰ اس مغرور آدمی کے منہ پہ دے مارو....مگر پھر....اس نے کڑوے گھونٹ بھر لئے۔

اگر اس کے ہاتھ لگانے سے ہر چیز فاتح کے لیے زہریلی ہو جاتی تھی تو راپا چینی کی بیٹی کی طرح اس سیاستدان کو بھی اس زہر سے Immune ہونا پڑے گا۔ اس نے زور سے پیر پٹخا اور اس کے پیچھے ہو لی۔

☆......☆......☆

اس صبح ابھی آفس میں معمولات کا آغاز ہی ہوا تھا کہ لفٹ کے دروازے کھلے اور عصرہ بنتِ محمود اترتی دکھائی دی۔ راہداریوں میں فائلیں اٹھائے آتے جاتے لوگوں نے مڑ مڑ کے اسے دیکھا' مگر وہ سپاٹ تاثرات چہرے پہ سجائے سیدھ میں آگے بڑھتی گئی۔ اسکرٹ

کے اوپر کوٹ پہنے' سر کو اسٹول سے ڈھانپے' اسٹول کا ایک سرا سامنے اور دوسرے کو پیچھے ڈالے' وہ ہمیشہ کی طرح مغرور اور طرح دار دکھائی دیتی تھی۔راستے میں عثمان نے اسے دیکھا تو فوراً سامنے آیا۔

''مسز عصرہ....خوش آمدید۔فاتح صاحب کانفرنس روم میں ایک دوست کے ساتھ ہیں اور....''

''میں اس سے ملنے نہیں آئی۔'' بے رخی سے کہہ کے آگے بڑھ گئی۔عثمان گہری سانس لے کر رہ گیا۔

اشعر اپنے بی این کے چھوٹے سے آفس میں موجود تھا اور میز کے پیچھے کھڑے کھڑے کاغذات پہ سائن کر رہا تھا گویا بیٹھنے کا وقت بھی نہ ہو جب دروازہ کھلا اور عصرہ اندر داخل ہوئی۔

اشعر نے محض نظر اٹھا کے دیکھا' پھر واپس کاغذوں کی طرف جھک گیا۔جبڑے کی رگیں البتہ بھنچ گئی تھیں۔

''رملی نے کہا کہ تم آج اس آفس میں ملو گے۔شکر ہے یہاں مل گئے ورنہ تم سے ملاقات کے لئے تو لگتا ہے اب وقت لینا پڑے گا۔''

''مبالغہ آرائی سے کام مت لو' کاکا۔کوئی کام ہے تو بتاؤ۔'' وہ خشک انداز میں کہتے ہوئے جھک کے کھٹا کھٹ دستخط کر رہا تھا۔

عصرہ نے زور سے پرس میز پہ رکھا' کرسی کھینچی اور بیٹھی۔پھر چبھتی ہوئی نظریں اشعر پہ جما دیں۔

''تم نے معلوم کیا کہ گھائل غزال کا خریدار کون تھا اور اس کو کس نے بھیجا تھا؟''

''کاکا تم کیوں بھول جاتی ہو کہ میرے پاس الیکشن کے علاوہ کسی چیز کا وقت نہیں ہے۔''

''اور تم کیوں بھول جاتے ہو کہ کسی نے تمہاری بہن کی گیلری میں ایک جعلی عرب شہزادے کو بھیجا تھا۔''

''وہ گیلری جو تم نے میرا حق مار کے لی تھی؟'' اشعر نے جھکے جھکے آنکھیں اٹھا کے کاٹ دار انداز میں اسے دیکھا تو وہ کچھ بول نہ سکی۔پھر اس کی آنکھیں گلابی پڑنے لگیں۔آگے کو جھکی اور غرائی۔

''مجھے اُس وقت اس گیلری کی ضرورت تھی۔تم اپنی بہن کے لئے اتنا پرانا بغض سنبھال کے بیٹھے ہو؟''

''اور مجھے اِس وقت تمہاری غیر مشروط سپورٹ چاہیے ہے' کاکا' لیکن تم اپنے شوہر کو روک نہیں سکیں۔'' اس نے زور سے فائل بند کی اور سیدھا ہوا۔چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔

''اف ایش...وہ برسوں سے اس کرسی کی تیاری کر رہا ہے۔میری امید تو دکانیں جلنے اور شیئرز ڈوبنے سے ختم ہو گئی مگر وہ تو ابھی تک وہیں ہے نا۔کسی آدمی کے خواب اس سے چوری کیسے کیے جاتے ہیں' تم مجھے سکھا دیتے تو وہ بھی کر لیتی۔اس سے زیادہ کیا کروں میں تمہارے لئے؟''

''میرے لئے؟ مائی فٹ۔'' وہ غرایا۔''میرے لئے کچھ نہیں کیا تم نے' کاکا۔سب کچھ اپنے لئے کیا ہے۔اپنے خاندان کو الیکشن کی آلودگی سے دور رکھنے کے لئے' اپنے ذہنی سکون کے لئے۔''

''ہاں کیا ہے میں نے سب اپنے لئے تو پھر تمہیں کیا مسئلہ ہے؟ جب سے اس نے الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا ہے' تم نے مجھ سے اپنا رویہ کیوں بدل لیا ہے؟'' اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ ''میں بیک وقت کئی محاذوں پہ لڑ رہی ہوں' ایش۔ میں تمہاری وہی بہن ہوں جس نے اتنے سال تمہارا خیال رکھا ہے۔''

''مگر میں تمہارا وہ بھائی نہیں رہا۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم اس کو روک لوگی۔ میں نے اتنے ماہ تمہارے وعدے کے بھروسے پہ تیاری کی اور اب تم کہہ رہی ہو کہ تم بے بس ہو۔''

''میرے بس میں ہے بھی کیا؟'' وہ بھیگتی آنکھوں کے ساتھ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اشعر چند لمحے کھڑا اسے چبھتی نظروں سے دیکھتا رہا۔

''تم آبنگ سے کہو' اگر اس نے الیکشن لڑا تو اسے تمہیں طلاق دینی ہوگی۔ اسے تمہیں اور چیئرمین شپ میں سے کسی ایک کو چننا ہوگا۔''

عصرہ چند ثانیے اسے دیکھتی رہی' پھر ٹشو پیپر کے باکس سے ایک ٹشو کھینچا' اسے موڑ کے نوک بنائی۔ آنکھوں کے کنارے اس کی نوک سے صاف کیے اور کھڑی ہوئی۔ پھر اس کی آنکھوں میں دیکھا اور چبا چبا کے کہنے لگی۔

''ابھی میں اتنی بے وقوف نہیں ہوئی کہ تمہاری ہر بات کی اندھی تقلید کرنا شروع کر دوں۔ اپنے مشورے اپنے پاس رکھو۔ اور مجھے اس پینٹنگ کا خریدار ڈھونڈ کے دو۔ دو دن میں رزلٹ میری ٹیبل پہ ہونا چاہیے اشعر محمود' ورنہ یاد رکھنا' اگر میں بابا کی جائیداد میں سے اپنے حصے کے لئے کورٹ گئی تو چند ہفتوں میں بٹوارا ہو جائے گا اور تمہاری سب سے قیمتی ملکیت.... بابا کا قلعہ....ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور تم اس دن کو یاد کر کے پچھتاؤ گے کہ کاش تم نے دو دن میں مجھے رزلٹ دے دیا ہوتا۔ مت بھولنا کہ میں تمہاری بڑی بہن ہوں۔ تم سے پہلے دنیا میں آئی تھی' تم سے زیادہ چالبازی آتی ہے مجھے۔''

سرخ آنکھوں سے اسے گھورتی مڑی اور تن فن کرتی باہر نکل گئی۔ اشعر جواباً کچھ نہ بولا' بس چپ چاپ اسے جاتے دیکھتا رہا۔ پھر زور سے فائل پرے اٹھا کے دے ماری۔

عصرہ باہر آ کے سیدھی ریسٹ روم کی طرف آ گئی۔ وہاں ایک ہال میں لمبا سا شیشہ لگا تھا جس کے سامنے قطار میں سنک بنے تھے۔ وہ ایک سنک کے سامنے کھڑی ہوئی اور نل تلے ہاتھوں کا پیالہ رکھا۔ پانی ہتھیلیوں میں بھرنے لگا تو اس نے منہ پہ چھینٹا مارا۔

''کیا آپ خوش ہیں' مسز عصرہ؟''

منہ پہ پانی پڑنے کی وجہ سے بصارت دھندلی ہو گئی تھی۔ چونک کے چہرہ اٹھایا تو دھندلا گیلا سا منظر نظر آیا۔

تالیہ اس کے قریب سنک سے ٹیک لگائے سینے پہ بازو لپیٹے کھڑی تھی۔

''سوری؟'' عصرہ نے پیپر ٹاول سے چہرہ تھپتھپایا اور دوبارہ دیکھا تو منظر واضح ہوا۔ وہ سر پہ ترچھی سفید ہیٹ جمائے آج نیلا

پھولدار فراک پہنے ہوئے تھی اور آنکھوں میں ڈھیروں سادگی لیے عصرہ کو دیکھ رہی تھی۔

''آپ خوش ہیں مسز عصرہ؟ اور مطمئن بھی؟''

باہر سے آتا فاتح اس آواز پہ دروازے کے دوسری طرف رک گیا۔عثمان نے سرگوشی کی تھی کہ جذباتی انداز میں اس نے عصرہ کو اشعر کے آفس سے نکلتے دیکھا ہے تو فوراً اس طرف آیا تھا۔مگر چونکہ یہ لیڈیز ریسٹ روم تھا' اسے باہر ہی رکنا پڑا۔

''خوش؟ مطمئن؟'' عصرہ آئینے میں خود کو دیکھتے ٹشو سے آنکھ کے کنارے پونچھنے لگی۔

''آپ نے اس روز مجھ سے پوچھا تھا کہ آپ کو نہیں معلوم تھا' میرے سیاسی عزائم بھی ہیں۔ ایک زمانے میں میرے سیاسی عزائم نہیں تھے۔میں اپنی زندگی میں خوش اور مطمئن تھی گو کہ میری زندگی قابلِ رشک نہیں تھی۔'' وہ اطمینان سے ٹیک لگائے کھڑی کہہ رہی تھی۔عصرہ خاموشی سے اپنا میک اپ صاف کرتی رہی۔وپ آئینے میں دیکھ رہی تھی۔اس کا تالیہ سے کوئی بات کہنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔

''مگر پھر میں نے اپنے بابا کو دیکھا۔وہ بہت دانا سیاستدان تھے۔ایک دنیا پہ حکمرانی کرتے تھے مگر وہ خوش اور مطمئن نہ تھے۔ان کے اندر بہت آگ تھی۔ہوس' ambition' طاقت کی خواہش۔اور پھر میں نے جانا کہ خوش اور مطمئن لوگ دنیا پہ حکمرانی نہیں کر سکتے۔کسی ملک کو صرف وہی چلا سکتا ہے جو نہ اپنی زندگی سے خوش ہو نہ اپنے معاشرے سے مطمئن ۔جس کے پاس ٹوٹا ہوا دل ہو' وہی اپنے لوگوں کے لئے کچھ کرنے کے ارادے سے نکلتا ہے اور ان کے دلوں پہ حکمرانی کرنے لگتا ہے۔''

وہ بولے جا رہی تھی اور عصرہ اپنے عکس کو دیکھتی آنکھیں صاف کر رہی تھی۔

''مگر جب کسی کی مشکلیں دور ہو جائیں اور اسے بے پناہ خوشیاں مل جائیں تو وہ فیر اس شخص کو Productive نہیں رہنے دیتا۔آسانیاں اور راحتیں انسان کو نکما بناتی ہیں۔بڑے مقاصد کے لئے جینے والے ....بڑی بڑی تحریکیں چلانے والے...ان سب کے دلوں کا ٹوٹا ہوا ہونا ضروری ہے۔تاکہ وہ دوسروں کا غم سمجھ سکیں۔میں اب خوش نہیں ہوں۔دکھی ہوں۔مطمئن بھی نہیں ہوں۔محرومی کا شکار ہوں۔پانے کے بعد چھین لئے جانے کی محرومی۔اس لئے اب میں اس تحریک کا حصہ بننا چاہتی ہوں۔اس آفس میں کام کرنا چاہتی ہوں کیونکہ میں بالکل بھی خوش نہیں ہوں۔کیا آپ ہیں؟''

کمرے میں لگے ڈھیروں آئینے ہر کونے میں ان دونوں کا عکس دکھا رہے تھے۔ہیٹ والی لڑکی سنک سے ٹیک لگائے کھڑی تھی اور عصرہ ابھی تک آئینے میں دیکھتی اپنا میک اپ درست کر رہی تھی۔پھر اس نے پاؤڈر کی ڈبی بند کی اور تالیہ کی طرف گھومی۔

''اس سیاست نے مجھ سے میری بیٹی چھین لی۔مجھے خوشی اور اطمینان کا اب کرنا بھی کیا ہے؟'' زہر خند لہجے میں بولی اور مڑ گئی۔

باہر کھڑا وان فاتح آہستہ سے پلٹ گیا۔عصرہ کو اس کی ضرورت نہیں تھی' وہ جان گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ کام سے اس کے آفس میں آئی تو دیکھا' وہ لیپ ٹاپ پہ کچھ ٹائپ کر رہا ہے اور اس کی کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔

فاتح نے آج بھی اس کی لائی کافی کو چھوا نہیں تھا۔ اس کے دل کو دھکا سا لگا مگر ضبط سے سپاٹ چہرے کے ساتھ اندر آئی اور شیلف کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔ اسے وہاں رکھی فائلز کی ترتیب جوڑنی تھی۔

''تمہیں کیوں لگتا ہے کہ خوش اور مطمئن لوگ اچھے حکمران نہیں بن سکتے۔''

ہیٹ والی لڑکی آواز پہ چونک کے مڑی۔ وہ ٹائپ کرتے ہوئے عینک لگائے اسکرین کی طرف متوجہ تھا۔

(تو اس نے ان کی باتیں سن لی تھیں۔ کیسا کھرا آدمی تھا۔ دو منٹ بھی نہیں چھپا سکا اس بات کو۔)

''کیا مجھے غلط لگتا ہے، سر؟''

''میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اتنی معقول بات تمہارے ذہن میں کیسے آئی؟'' وہ اس کو اتنا عقلمند نہیں سمجھتا تھا، یہ تو طے تھا مگر انداز اتنا بے ساختہ تھا کہ وہ مسکرا دی۔

''مجھے کسی نے کہا تھا ایک دفعہ کہ خوش اور مطمئن لوگ حکومت نہیں چلا سکتے اور میں نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔ اب مانتی ہوں۔''

''کس نے کہا تھا؟'' وہ مصروف سے انداز میں بدستور ٹائپ کرتے پوچھ رہا تھا۔

''تھا کوئی خود غرض انسان۔'' وہ گہری سانس لے کر پلٹ گئی اور ڈسٹر اٹھا لیا۔

''تم خوش اور مطمئن کیوں نہیں ہو اپنی زندگی سے؟ ہر چیز تو ہے تمہارے پاس۔'' خود غرض انسان نے سوال کیا۔

''ہر چیز ہونے سے کوئی خوش ہو سکتا ہوتا تو شہزادیاں سب سے زیادہ خوش ہوتیں، سر۔''

''تم ناشکری ہو لڑکی!'' وہ گہری سانس لے کر کام میں مصروف ہو گیا۔ وہ چپ چاپ فولڈرز صاف کر کے شیلف کے اندر رکھتی گئی۔ یکدم چھناک کی آواز آئی تو وہ کرنٹ کھا کے پلٹی۔ فاتح بے دھیانی میں کرسی پہ مڑا تو ہاتھ کافی کے مگ کو لگ گیا۔ مگ میز پہ اوندھا ہو گیا جسے اس نے تیزی سے تھام لیا۔ مگ بچ گیا مگر کافی میز پہ گر گئی۔

''اس کو یہاں سے ہٹا لینا تھا، تاشہ!'' وہ قدرے کوفت سے بولا۔ ہاتھ کی پشت پہ بھی گری تھی مگر صد شکر کہ اب تک ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ تالیہ تیزی سے وہاں آئی اور جلدی سے ٹشو باکس سے ٹشو کھینچ نکالے۔ فٹافٹ میز صاف کی۔ دو ٹشوز سے فرش پہ گرے مائع کو ڈھانپا۔ پھر فاتح کو دیکھا جو ہاتھ کی گیلی پشت کو بے زاری سے دیکھ رہا تھا۔ باکس دور تھا اور وہ ٹشو نہیں نکال سکتا تھا۔ تالیہ نے باکس کی بجائے اپنا بیگ اٹھایا جو شیلف پہ رکھا تھا اور اندر سے گیلے وائپس کا پیکٹ نکالا۔ موتیے کی خوشبو والے وائپس وان فاتح کے پسندیدہ تھے۔ اس نے پیکٹ کھولا تو ایک دم سارے میں موتیے کی خوشبو پھیلنے لگی۔ اس نے ادب سے پیکٹ سامنے کیا۔

''جاؤ، تاشہ، میں خود کر لوں گا۔'' سرد مہری سے واپس جھٹک دیا اور آگے بڑھ کے ڈبے سے سوکھے ٹشو کھینچے۔ پھر انہی سے ہاتھ صاف کرنے لگا۔

تالیہ کا ہاتھ فضا میں معلق رہ گیا۔ موتیے میں جیسے ایک دم کافور کی بُو گھل گئی۔

وہ چپ چاپ کام سمیٹ کے باہر نکل گئی۔ نہ کوئی سخت جواب دیا' نہ غصے کا اظہار کیا۔ اسے دکھ ہوا تھا۔

باہر کرسی پہ بیٹھے اس نے ہتھیلیوں پہ چہرہ گرا دیا اور دور شیشے کی دیواروں سے بنے Cabins کو دیکھنے لگی۔ ان کے شیشوں پہ مختلف رنگوں کی روشنی بکھری تھی۔

ایسے جیسے جھیل کے پانی پہ سنہری کرنوں نے سونے کا خول چڑھا رکھا ہو۔ اور اس دہکتے' پگھلے سونے کے اندر ایک منظر ابھر ابھر کے معدوم ہو رہا تھا۔

سنہرا چمکتا تاج اس کے سر پہ جما تھا' اور تاج کے پیچھے سے نکلتا سرخ ریشمی کپڑا اس کی کمر تک گرا تھا۔ پاؤں کو چھوتا کامدار سرخ لباس پہنے' وہ قدیم ملاکہ کی اس سڑک کے کنارے چل رہی تھی۔ کہنی پہ خالی ٹوکری لٹکی تھی۔

یہ سن باؤ کی حویلی کے سامنے بنی سڑک تھی جس کے دوسری جانب درختوں سے مزین سبزہ زار تھا۔ وہاں جگہ جگہ جنگلی اور دیسی پھول لگے تھے۔ تالیہ ایک پودے کے سامنے رکی اور جھک کے پھول توڑنے لگی۔ دفعتاً درختوں میں ہلچل ہوئی۔ اس نے جھکے جھکے گردن اٹھائی' پھر مسکراتی ہوئی سیدھی ہوئی۔

''آپ آج جیا نہیں گئے' توانکو؟''

وہ سامنے سے گھوڑے کی باگ تھامے چلا آ رہا تھا۔ جواب دینے کی بجائے پہلے مسکرا کے سر کو مخصوص انداز میں جنبش دی۔

''شہزادی' سلام۔'' پھر قریب چلتا آیا۔ سفید کرتے پاجامے میں' ماتھے پہ بال بکھیرے' قدم اٹھاتا غلام شہزادی کو وہاں دیکھ کے جیسے محظوظ ہوا تھا۔

''آپ نے آج مجسمہ بنانے کا کام نہیں کیا شہزادی؟''

''ایڈم اندر ہے اور کام کر رہا ہے۔ میں باہر پھول توڑنے آئی تھی۔''

وہ اس کے قریب آ چکا تھا۔ دونوں اب آمنے سامنے سڑک کنارے درختوں تلے کھڑے تھے۔ فاتح نے گھوڑے کی باگ اب تک تھام رکھی تھی۔ نظریں جھکا کے اس کے پھولوں کی ٹوکری کو دیکھا اور مسکرایا۔

''اور تمہیں لگتا ہے کہ میں آسانی سے یقین کر لوں گا کہ تم یہاں صرف پھول چننے آئی ہو۔''

تالیہ کا دل زور سے دھڑکا' لیکن بظاہر بے پروائی سے کندھے جھٹکے۔

''صبح سویرے اور کس لئے ان درختوں میں بھٹکوں گی میں' توانکو؟''

(ایڈم اندر گھر کے صحن میں خزانہ بنیادوں میں بھرنے میں مصروف تھا اور وہ گھر کے باہر ٹہلتی دراصل پہرہ دے رہی تھی۔ سن باؤ

اور غلام فاتح دونوں اس وقت گھر نہیں ہوتے تھے۔ یہ اب جانے اچانک کہاں سے نکل آیا تھا۔)

''چلو.... مان لیا۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''آپ مجھ پہ شک کر رہے ہیں۔'' وہ برا مان گئی۔ ''یا میرا یہاں گھومنا آپ کی طبیعت پہ ناگوار گزر رہا ہے؟''

''میرے اندر بڑا حوصلہ ہے' شہزادی۔ میں صرف ان باتوں کا برا مناتا ہوں جو کسی دوسرے کو نقصان دیں۔ اپنی طبیعت پہ گراں گزرنے والی باتوں کو نظر انداز کر دیتا ہوں' اس لئے جانے دیں۔ آپ بتائیں' آپ کا وقت کیسا گزر رہا ہے محل میں؟''

تالیہ نے گہری سانس لی اور گردن موڑ کے دور تک پھیلے درختوں کو دیکھنے لگی۔ تازہ ہوا' جنگلی پھولوں کی مہک اور صبح کی شبنم سے لدی مٹی.... قدیم ملاکہ کتنا حسین تھا۔

''بہت کچھ ہے میرے پاس محل میں' لیکن ہر گزرتے دن کے ساتھ میں ناخوش اور غیر مطمئن ہوتی جا رہی ہوں۔ وقت کی قید بہت طویل ہو گئی ہے' تو انکو۔''

''یہ تو اچھی بات ہے۔ خوش اور مطمئن لوگ تو ویسے بھی بے کار ہوتے ہیں۔ اپنی ذات سے آگے نکل کے کسی کا نہیں سوچتے۔''

وہ چونک کے اسے دیکھنے لگی۔ وہ اب اپنے گھوڑے کے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''خوش ہونا تو اچھی بات ہے' تو انکو۔''

''بہت اچھی بات ہے' یقیناً۔ لیکن مکمل خوش یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ ہاں زندگی میں کچھ مرحلے آتے ہیں جب ہم بہت خوش اور مطمئن ہوتے ہیں مگر وہ وقت جلدی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ بہت زیادہ اطمینان اور راحت ہمیں Productive نہیں رہنے دیتی۔ ہم بے کار ہو جاتے ہیں۔ اپنی خوشیوں کے چھن جانے کے خوف سے بڑے بڑے خطرات نہیں مول لیتے۔'' گھوڑے کے بالوں کو دھیرے دھیرے سنوارتے ہوئے اس نے گردن موڑی اور تالیہ کی آنکھوں میں جھانکا۔

''غم ملنا زیادہ اچھی بات ہے۔ ٹوٹا ہوا دل بہتر ہوتا ہے۔ بڑے بڑے خواب صرف ٹوٹا دل دیکھ سکتا ہے۔ یا اس کی ہوس اور لالچ اسے بے چین رکھتی ہے اور وہ طاقت ملتے ہی اس طاقت کو بڑھانے کے لئے ظلم ڈھانے لگتا ہے۔ یا پھر اس کا ٹوٹا دل اسے دوسروں کی بھلائی کے لیے کام کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ اچھے یا برے' دونوں طرح کے حکمران ان عہدوں پہ اپنے ٹوٹے دلوں کی وجہ سے پہنچتے ہیں کیونکہ خوش اور مطمئن لوگ کبھی ملک نہیں چلا سکتے نہ بڑے خوابوں کے لئے جدوجہد کر سکتے ہیں۔''

''مگر آپ تو ہمیشہ خوش باش لگتے ہیں۔''

''خوش کوئی نہیں ہوتا تالیہ۔ میں صرف شکر گزار ہوں' نعمتوں کا قدردان اور مسکراتے رہنے والا مثبت انسان ہوں۔ ورنہ اندر سے تو ہر کوئی زخمی ہوتا ہے۔ بس لوگ اپنے زخم سے مختلف طرح کے سبق سیکھتے ہیں۔ کوئی مرہم رکھنے والا بن جاتا ہے تو کوئی مزید گھاؤ دینے والا۔''

''میں کیا بنوں گی؟''

گھوڑے کے بالوں کو سہلاتا اس کا ہاتھ تھما۔ چند لمحے وہ غور سے اپنے سامنے کھڑی شہزادی کو دیکھتا رہا۔

''میرا ماننا ہے کہ سب انسان اچھائی پہ پیدا ہوتے ہیں اور بعد میں اچھے یا برے کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ اچھے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنی اصلاح کر لیں۔ برے لوگ وہ ہوتے ہیں جو برائی پہ اصرار کریں اور کرتے چلے جائیں۔ برائی انسان کے ساتھ پیدا نہیں ہوتی۔ وہ انسان خود اپنے ساتھ چپکا لیتا ہے۔ تمہارا ماضی جیسا بھی ہو' تمہارا مستقبل کورا کاغذ ہے۔ تم اسے خود اپنے ہاتھوں سے لکھ سکتی ہو۔ سیاہی کا رنگ تمہاری چوائس ہے۔''

وہ درخت' پھول' گھوڑا اور قدیم ملا کہ شیشے کی دیواروں میں تحلیل ہو گیا۔

وہ چونکی تو دروازہ کھل رہا تھا اور عثمان اور فاتح باتیں کرتے ہوئے باہر آ رہے تھے۔ شہزادی تاشہ نے اپنے سر پہ رکھا نادیدہ تاج جھٹکا اور خود کو باڈی وومن تالیہ کے روپ میں واپس لاتے ہوئے جلدی سے اٹھی اور ان کے پیچھے ہو لی۔

وہ اس سے یکسر بے نیاز عثمان سے بات کرتا چلا جا رہا تھا۔ وہ اس کے بائیں طرف تیز تیز قدم اٹھاتی چل رہی تھی۔ ہیٹ سر پہ ترچھا تھا' اور پھولدار لمبا فراک پہنے وہ کوئی پھول چننے والی لڑکی لگتی تھی۔

لفٹ کے قریب وہ تینوں پہنچے ہی تھے کہ دروازے کھلے اور تین افراد باہر نکلے۔ دو تو آگے بڑھ گئے مگر ایک ادھیڑ عمر سرمئی سوٹ والے صاحب خوش دلی سے فاتح کی طرف بڑھے۔

''فاتح صاحب۔ شکر ہے آج آپ سے ملاقات ہو گئی۔'' انہوں نے گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ تو فاتح نے مسکرا کے ان کا ہاتھ تھاما۔

''کیسے ہیں آپ' درمان صاحب؟ آج اپنی انڈسٹریز کو اکیلا چھوڑ کے ہمارے دفتر میں کیسے؟''

''کسی سے ملنے آیا تھا مگر شکر ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔'' وہ گرمجوشی سے کہہ رہے تھے جیسے فاتح سے مل کے بہت خوش ہوئے ہوں۔ ''آپ کا چیئرمین کے انتخاب کے لئے کھڑے ہونا بہت اچھا لگا۔ دراصل...'' آواز دھیمی کی۔ ''میں آپ کی الیکشن کمپیئن کے لئے فنڈز مہیا کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کو کوئی مسئلہ نہ ہو اور آپ چیئرمین بن سکیں۔''

تالیہ نے چونک کے اسے دیکھا' پھر فاتح کو۔ فاتح فنڈز کی بات پہ مسکرا دیا اور شکریے میں سر کو خم دیا۔ ''بہت نوازش آپ کی۔''

(تالیہ کے لب بھی مسکرا اٹھے۔ اگر اسی طرح انڈسٹریلسٹ فنڈز دینے لگیں تو سارے مسئلے ختم ہو جائیں گے۔)

''پلیز اپنے اسٹاف سے کہیے گا کہ میرے آفس سے رابطہ کریں تا کہ ہم فنڈز کی منتقلی پہ بات کر سکیں۔'' انہوں نے جھٹ اپنا کارڈ نکال کے دیا۔ فاتح نے کارڈ لیتے ہوئے سر کو دوبارہ خم دیا۔ وہ صاحب آگے بڑھ گئے اور وہ تینوں لفٹ میں داخل ہوئے۔ تو تالیہ نے ہاتھ بڑھایا

''سر... میں اور عثمان ان سے کل ہی میٹنگ ارینج کر دیں؟ کل آپ کے پاس دوپہر میں وقت ہو گا اور...''

لفٹ کے دروازے جیسے ہی آپس میں ملے‘ فاتح نے کارڈ کو شڑپ سے دو اور پھر چار ٹکڑوں میں پھاڑا‘ پھر بے نیازی سے وہ ٹکڑے تالیہ کے ہاتھ پہ رکھے۔ ”ٹریش کین میں ڈال دینا۔“

تالیہ کی ہتھیلی فضا میں ٹھہر گئی۔ صدمے سے لب کھل گئے۔

”مگر سر وہ ہمیں فنڈ زدے رہے تھے۔ آپ کا سب سے بڑا مسئلہ اس وقت الیکشن کے لیے پیسے نہ ہونا ہی تو ہے....“

”تاشہ!“ وہ اس کی طرف مڑا اور سنجیدگی سے بولا۔ ”آفس لائف میں تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جو اپنی خوش اخلاقی اور شہد ٹپکاتی باتوں سے خود کو تمہارا مخلص ترین دوست ثابت کرنے کی کوشش کریں گے لیکن یاد رکھنا۔ آفس لائف میں لوگوں کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ ان کی میٹھی زبانوں سے نہیں‘ ان کے عمل سے کرتے ہیں۔“

”عمل سے؟“ اس نے مٹھی بند کر کے دھیرے سے گرادی۔ لفٹ تیزی سے نیچے جا رہی تھی۔

”ہاں۔ ہمیشہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ شخص جتنی اچھی یا بری باتیں کرلے‘ کیا اس کے عمل سے مجھے کوئی فائدہ بھی ہو رہا ہے یا نہیں؟“ نرمی سے سمجھا کے چہرہ واپس بند دروازوں کی طرف موڑ لیا۔

”یہ صاحب ہر دفعہ یہی کہتے ہیں‘ چے تالیہ۔“ عثمان کھنکھار کے بتانے لگا۔ ”جھوٹے وعدے‘ اور ڈھکوسلے۔ آج تک انہوں نے پارٹی کو ایک دھیلے کا فنڈ نہیں دیا۔“

اس نے چپ چاپ مٹھی سیاہ بیگ میں الٹ دی۔ کارڈ کے ٹکڑے اندر گرتے چلے گئے۔ یہاں تو لوگ اسکامرز سے زیادہ دھوکے باز تھے۔

وہ باہر پارکنگ ایریا میں اپنی کار کے قریب آئے تھے جب فاتح رکا۔ کنپٹی پہ ہاتھ رکھ کے آنکھیں ذرا موندیں۔ عثمان فوراً الرٹ ہوا۔ ”سر آپ نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا آج اور کھانا بھی نہیں کھایا۔ آپ کا شوگر لو ہو رہا ہے۔ چے تالیہ۔“ فوراً سے تالیہ کو دیکھا۔ تو اس نے تیزی سے زنبیل میں ہاتھ ڈالا اور بسکٹ کا پیکٹ نکال کے جلدی جلدی اسے کھولا اور فاتح کی طرف بڑھایا۔

”آپ کچھ کھالیں۔“ وہ پریشان ہو گئی تھی۔ اس کی ذرا سی تکلیف اسے بوکھلائے دے رہی تھی۔

فاتح نے اس کو دیکھا۔ پھر بسکٹ کے کھلے پیکٹ کو۔ دوبارہ ایک سپاٹ نظر اس پہ ڈالی۔

”ضرورت نہیں۔“

”کھالیں‘ سر۔ آپ کی طبیعت بہتر ہو جائے گی۔ یقین کریں یہ کڑوا نہیں ہے۔“

وہ جو کار کا دروازہ کھولنے لگا تھا‘ تیورا کے پلٹا اور برہمی سے اسے دیکھا۔

”تم جان بوجھ کے ایسا کر رہی ہو؟ ہاں؟“ ایک دم سے اسے جھاڑا تو بسکٹ والا ہاتھ ڈھیلا ہو کے نیچے آ گرا۔

''میں صرف....''

''اگر تمہیں جاب نہیں کرنی تو نہ کرو مگر یہ بچوں والی حرکتیں مت کرو۔'' غصے سے جھڑک کے وہ کار کی طرف بڑھ گیا۔

تالیہ کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا اٹکنے لگا۔ مگر اس نے آنکھوں کو گیلا نہ ہونے دیا۔ چپ چاپ فرنٹ سیٹ پہ آ بیٹھی۔ عثمان نے بھی خاموشی سے لب سیئے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ ایک لفظ نہ بولا۔ دروازہ بند کر کے تالیہ نے زور سے بسکٹ کا پیکٹ بیگ میں پھینکا۔ سارے بسکٹ اندر بکھر گئے۔ اس نے غصے سے زپ بند کی اور باہر دیکھنے لگی۔

(اکھڑ، مغرور آدمی ہونہہ۔ اگر اس نے ایک دفعہ میرے ساتھ ایسے کیا تو میں اس کی نوکری چھوڑ دوں گی۔ اکیلا رہے پھر یہ ساری زندگی۔) اس نے طے کر لیا تھا۔ بس ایک چانس اور دینا تھا وان فاتح کو۔

☆......☆......☆

پولیس اسٹیشن کی کھڑکیوں سے باہر پھیلی شام دکھائی دے رہی تھی۔ اس بڑے سے ہال نما کمرے میں ٹی وی چل رہا تھا اور کرسی پہ بیٹھا آفیسر، پیپر میز پہ رکھے، برگر کھاتے ہوئے شوق سے میچ دیکھ رہا تھا۔

''مجھے ایک فون کال تو کرنے دو۔'' ایک طرف بنی کوٹھڑی میں سمیع کھڑا اسلاخوں کو تھامے مسلسل منت کر رہا تھا۔ ''خدا کے لئے میری بات سنو۔'' وہ زور سے چلایا تو آفیسر نے برا سا منہ بنا کے گردن موڑی۔ بڑا نوالہ چبانے کے باعث اس کے گال پھولے ہوئے تھے۔ نوالہ حلق میں اتارا اور بولا۔ ''وکیل کو کال کروا تو دی تھی۔ اب اور کیا چاہیے۔''

''ایک کال.... خدا کے لئے صرف ایک کال کرنی ہے دوست کو۔ پلیز۔'' اب وہ جلدی جلدی منت کر رہا تھا۔ آفیسر نے برگر میز پہ رکھا اور اسے گھورتے ہوئے اٹھا۔ پھر موبائل فون لئے اس کے قریب آیا۔

''صرف اس لئے کرنے دے رہا ہوں تاکہ تم میرا میچ خراب نہ کرو۔ پانچ منٹ بات کر سکتے ہو تم۔ صرف پانچ منٹ۔'' اسے گھور کے موبائل تھمایا تو سمیع نے اسے بے قراری سے جھپٹا۔ پھر جلدی جلدی نمبر ملانے لگا۔

آفیسر واپس کرسی پہ بیٹھ گیا اور اپنا برگر اٹھا لیا۔ نظریں ٹی وی پہ جما دیں۔ سمیع بار بار نمبر ملا رہا تھا مگر لمبی گھنٹیوں کے بعد جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔ اس کا دل ڈوب ڈوب کے ابھرنے لگا۔

''ہیلو۔'' بالآخر فون اٹھا لیا گیا۔

''رملی۔ رملی صاحب۔ پلیز فون مت بند کیجیے گا۔ مجھے آپ کو بہت اہم بات بتانی ہے۔'' فرطِ جذبات میں وہ جوش سے تیز تیز کہنے لگا۔

''میں تالیہ مراد کا شوہر ہوں اور مجھے آپ کو تالیہ کے بارے میں کچھ بتانا ہے۔''

☆......☆......☆

حالم کا بنگلہ اس ڈوبتی شام میں اپنے پورے قد کے ساتھ کھڑا تھا۔ اندر لاؤنج کے بڑے صوفے پہ بھاری بھرکم داتن بیٹھی تھی۔ اس کی گھورتی ہوئی نظریں سامنے والے صوفے پہ بیٹھے ایڈم پہ جمی تھیں۔ ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس' وہ سادہ سا نوجوان مسلسل گردن موڑ موڑ کے اطراف کا تنقیدی جائزہ لے رہا تھا۔

وہ دونوں تالیہ کے انتظار میں وہاں بیٹھے تھے۔ ایڈم دیکھ سکتا تھا کہ لاؤنج بہت خوبصورتی سے جدید طرز پہ آراستہ کیا گیا تھا۔ ایک طرف اوپن کچن تھا۔ اوپر جھلملاتے فانوس سجے تھے۔ دائیں طرف زینہ تھا جو اوپر جاتا تھا۔ وسط میں مخملیں صوفے چوکھٹے کی صورت رکھے تھے اور ان پہ وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ایڈم کی نظریں سائیڈ ٹیبل پہ رکھی ایک نمائشی ایش ٹرے پہ جا ٹکیں تو داتن نے ابرو بھینچ کے اسے دیکھا۔

''یہ تالیہ نے بہت محنت سے سنگاپور سے چرائی تھی۔ اس کو بری نظر سے نہ دیکھو۔''

ایڈم نے اثر لئے بغیر نظروں کا رخ دیوار کی طرف موڑا جہاں سنہرے فریم میں ایک پینٹنگ آویزاں تھی۔

''یہ ہم نے ایک میوزیم کے کیوریٹر کی تحویل سے چرائی تھی۔ اصلی پینٹنگ کو نقلی سے بدل کے۔ وہ اصلی بیچنے جا رہا تھا۔ اس کو نہ ہی دیکھو تو اچھا ہے۔''

ایڈم نے محض ایک چبھتی ہوئی نظر داتن پہ ڈالی اور پھر گردن پوری پھیر لی۔ اب وہ کونے میں رکھے ایک گلدان کو دیکھنے لگا تھا۔

''اس کو چرانے کا سوچنا بھی مت۔ یہ ایک نیلامی کے اسٹور روم سے اٹھایا تھا ہم نے اور....''

''اس گھر میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جو یہاں اپنی مرضی سے آئی ہو؟'' وہ جل کے بولا تو داتن نے سر سے پیر تک اسے دیکھا۔

''ہاں.... تم!''

ایڈم نے سر جھٹکا جیسے بہت ضبط کیا ہو اور پھر میز پہ رکھے لیپ ٹاپ کی طرف اشارہ کیا۔ ''آپ مجھے وہ ویڈیو دکھا دیں جو وان فاتح نے پولیس اسٹیشن میں بنوائی تھی۔ چے تالیہ نے وہی دیکھنے کے لئے مجھے یہاں بلوایا ہے۔''

''مگر وہ خود ابھی تک نہیں آئی۔'' داتن مزے سے ڈھیٹ بنی بیٹھی رہی۔

''اور جب وہ آ کے یہ دیکھیں گی کہ آپ نے اتنی دیر مجھے مشکوک گردان کے فارغ بٹھائے رکھا تو ان کی نظروں میں برا کون بنے گا' ہوں؟'' معصومیت سے پلکیں جھپکائیں۔

داتن کے تاثرات بدلے۔ پہلے اس مخنی سے لڑکے پہ غصہ چڑھا مگر پھر خیال آیا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔ چپ چاپ اٹھ کے لیپ ٹاپ پہ ویڈیو لگانے لگی۔

''میں ملاکہ تین دن کے لئے آیا تھا مگر تین گھنٹے بھی نہ رک سکا۔''

وہ دونوں اب ساتھ ساتھ صوفے پہ بیٹھے تھے اور ایڈم لیپ ٹاپ پہ جھکے غور سے ویڈیو دیکھ رہا تھا جہاں اسکرین پہ فاتح اپنا بیان

ریکارڈ کروا رہا تھا۔

''مگر وہ تو صرف ایک دن کے لئے ملاکہ آئے تھے۔ اور تین گھنٹے سے زیادہ رکے تھے۔''

اس کے یوں بڑبڑانے پہ داتن نے گھور کے اسے دیکھا۔

''میں ملاکہ سے واپس جا رہا تھا کہ میرا باڈی گارڈ میرے پاس آیا۔ یہ ریکارڈ ہو رہا ہے نا؟'' اسکرین پہ نظر آتا فاتح کمشنر سے پوچھ رہا تھا۔

''میں ان کا باڈی گارڈ نہیں' باڈی مین تھا۔'' ایڈم نے خفگی سے کہا تو داتن نے زور سے پیر زمین پہ پٹخا۔ وہ چونکا۔

''تم چپ کر کے نہیں دیکھ سکتے؟ غلطی سے باڈی گارڈ بول دیا ہوگا۔''

ایڈم نے سر جھٹکا اور خاموشی سے ویڈیو دیکھنے لگا۔ سارا قصہ سنا کے فاتح کہہ رہا تھا۔ ''اس کے بعد سے میرا دماغ غنودگی کی سی کیفیت میں ہے۔ میرا باڈی مین....'' رکا اور جیسے تصحیح کی۔ ''باڈی گارڈ مجھے گھر لایا۔''

ایڈم تیزی سے سیدھا ہوا۔ ''نہیں۔ غلطی نہیں ہے یہ۔ وہ جان بوجھ کے غلط الفاظ بول رہے ہیں۔ یہ ویڈیو انہوں نے ہمارے لئے ریکارڈ کی ہے۔ اس میں کوئی پہیلی ہے۔ کوئی بات جو وہ ہمیں بتانا چاہتے ہیں۔''

اب کے داتن چونکی۔ ''واقعی۔ اس نے باڈی مین کہتے کہتے باڈی گارڈ کا لفظ بول دیا۔ یہ غلطی نہیں ہو سکتی۔''

ایڈم نے جلدی سے پینٹ سے چھوٹا سا نوٹ پیڈ نکالا اور قلم سے اس پہ الفاظ گھسیٹنے لگا۔ ویڈیو شروع سے لگا لی۔

''کیا لکھ رہے ہو؟'' اب کے داتن کے چہرے کے زاویے بھی سیدھے ہو گئے تھے۔

''ہر وہ لفظ جو وہ بول رہے ہیں۔ غلط الفاظ کا مطلب ہے' وہ چاہتے ہیں ہم ان کے الفاظ پہ غور کریں۔'' ویڈیو ختم ہوئی تو اس نے کاغذ چہرے کے سامنے اٹھا کے غور سے دیکھا۔

''وان فاتح جھوٹ اور غیر ضروری الفاظ دونوں سے احتراز برتتے ہیں۔ اور اس ویڈیو میں....'' اس نے پیڈ گھٹنے پہ رکھا اور جگہ جگہ دائرے لگانے لگا۔ ''یہ دو الفاظ انہوں نے بار بار دہرائے ہیں۔ ''تین'' اور ''سوال''۔ میں تین دن کے لئے ملاکہ آیا' تین گھنٹے سے زیادہ نہ رک سکا' وہ تین چور تھے' انہوں نے والٹ موبائل اور پیسے مانگے' وہ تین چیزیں جو چور مانگتے ہیں' یہ ویڈیو مجھے تین منٹ کے اندر اندر بھیج دو۔ ضروری نہیں کہ ہر سوال کا جواب ملے' مجھے تم سے بار بار سوال کرنا اچھا نہیں لگے گا۔'' وہ جوش سے اس کے الفاظ دہرا رہا تھا۔

داتن نے گال تلے انگلی رکھے سوچتی نظروں سے اسے دیکھا۔ ''تین...سوال...اور اس کا کیا مطلب ہوا؟''

ایڈم کا سارا جوش ایک دم جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ ''یہ تو مجھے نہیں پتہ۔''

''ہوں۔'' داتن کے لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ دل کو جیسے سکون پہنچا۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور تالیہ اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔ ہیٹ اور بیگ ہاتھ میں تھا اور چہرے کے زاویے بگڑے ہوئے تھے۔

''چے تالیہ' وان فاتح نے اس ویڈیو میں کوئی ہنٹ چھوڑا ہے اور...''

''یہ آدمی اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے' ہاں؟'' اس نے آتے ساتھ ہی غصے سے ہیٹ پرے اچھالا۔ وہ دونوں ہکا بکا سے اسے دیکھنے لگے۔

''آرام سے تالیہ۔'' داتن نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ ''مانا کہ یہ لڑکا انتہائی نامعقول' منہ پھٹ اور ناقابلِ برداشت ہے' مگر تم آرام سے بھی اس کو گھر سے نکلنے کا کہہ سکتی ہو۔''

ایڈم نے جواباً کھا جانے والی نظروں سے داتن کو گھورا اور تالیہ نے جھنجھلا کے سیاہ پرس صوفے پہ پھینکا۔

''میں وان فاتح کی بات کر رہی ہوں۔ خود کو کوئی مہاراجہ سمجھتے ہیں وہ.... میں سارا دن ان کی خدمت کروں مگر ان کو میرے ہر کام پہ اعتراض ہوتا ہے۔''

بیگ پھینکنے سے ساری چیزیں الٹ کے زمین پہ جا گریں۔ وہ اب گلابی تمتماتے چہرے کے ساتھ لاؤنج میں آگے پیچھے ٹہلتے ہوئے غصے سے بولے جا رہی تھی۔

''کافی میرے ہاتھ کی زہر لگتی ہے۔ ٹشو مجھ سے لینا پسند نہیں۔ شوگر لو ہو تو بھی میرا دیا بسکٹ نہیں کھائیں گے۔ اتنا غرور' اتنی حقارت۔ مسئلہ کیا ہے اس شخص کے ساتھ۔''

جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ کراہ کے پلٹی اور غصے سے ایڈم کو دیکھا۔ ''تم دو منٹ میری ہاں میں ہاں نہیں ملا سکتے؟''

مگر ایڈم اس کے پرس سے گری چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔

''یہ پرس چوری کا نہیں ہے' اچھا۔'' داتن نے اسے گھور کے وضاحت دی۔

ایڈم نے جھک کے بسکٹ کا کھلا پیکٹ اٹھایا اور تالیہ کو دیکھا۔

''آپ نے ان کو یہ بسکٹ دیے؟''

''شوگر لو ہو تو اور کیا دیتے ہیں؟ اور یہ ان کے فیورٹ بسکٹ ہیں۔''

ایڈم نے دونوں ابرو بے یقینی سے اٹھائے۔

''چے تالیہ۔ فاتح صاحب کو مونگ پھلی سے شدید الرجی ہے۔ ان کا سانس بند ہو سکتا ہے مونگ پھلی سے' ایک دانہ ان کو آئی سی یو میں پہنچا سکتا ہے اور آپ نے ان کو مونگ پھلی والے بسکٹ دے دیے؟''

ایک دم سے جیسے کسی نے تالیہ پہ ٹھنڈا پانی انڈیل دیا ہو۔ وہ سن سی کھڑی رہ گئی۔

''اور یہ گیلے وائپ...'' ایڈم اب زمین پہ جھکا ایک ایک چیز الٹ پلٹ رہا تھا۔ ''وہ بھی موتیے کی خوشبو والے۔ ان کو یہ خوشبو نا

پسند ہے اور وہ سوکھے ٹشو استعمال کرتے ہیں۔ کافی کون سی بنا رہی ہیں آپ؟''

''کیپچینو کریم کے ساتھ۔'' وہ ہکلائی۔

''وہ Loctose intalerant ہیں۔ دودھ سے بنی چیزیں نہیں پی سکتے اور آپ ان کو دودھ والی کافی دے رہی تھیں۔ اور یہ اخبار... یہ تو حکومتی پارٹی کا شائع کردہ ہے۔ ان کا حکومتی کالم نگاروں کی تحریریں پڑھ کے بی پی ہائی ہونے لگتا ہے۔''

مگر تالیہ مراد سن نہیں رہی تھی۔ ذہن میں فاتح کے الفاظ گونج رہے تھے۔

''آفس لائف میں تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جو اپنی خوش اخلاقی اور شہد ٹپکاتی باتوں سے خود کو تمہارا مخلص ترین دوست ثابت کرنے کی کوشش کریں گے لیکن یاد رکھنا۔ آفس لائف میں لوگوں کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ ان کی میٹھی زبانوں سے نہیں' ان کے عمل سے کرتے ہیں۔ ہمیشہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ شخص جتنی اچھی یا بری باتیں کر لے' کیا اس کے عمل سے مجھے کوئی فائدہ بھی ہو رہا ہے یا نہیں؟''

تو وہ جس کو اس کا تحقیر آمیز رویہ سمجھ رہی تھی' وہ دراصل اس کا ضبط تھا؟ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ جان کے اسے غلط چیزیں دے رہی ہے پھر بھی اس نے اسے نوکری سے نہیں نکالا۔ بس اس کی چیزیں رد کر دیں تا کہ وہ خود اپنی تصحیح کرے۔ اس لئے اس نے کہا کہ اس کی پسند ناپسند معلوم کرنا تالیہ کی جاب ہے؟ اور وہ کیا سوچتا ہو گا جب اس نے مونگ پھلی کے بسکٹ دیکھے ہوں گے؟ کہ وہ اسے مارنا چاہتی ہے؟

''تم جان بوجھ کے یہ کر رہی ہو؟'' سارا غصہ ضبط کر کے بس اتنا کہا گویا اسے جھنجھوڑا۔ وہ اسے نوکری سے نہیں نکالنا چاہتا تھا۔ وہ اسے کام کرنے کا موقع دے رہا تھا۔ یا اللہ....وہ اپنا کیا امپریشن دے رہی تھی۔

''عبداللہ....عبداللہ نے مجھے غلط گائیڈ کیا۔'' اس کے ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے۔

''عبداللہ کی جگہ آپ مجھ سے پوچھتیں تو....خیر...یہ دیکھیں....''

داتن نے چونک کے اسے دیکھا جواب جوش سے تالیہ کو کاغذ دکھانے لگا۔ تالیہ اس کے ساتھ آ بیٹھی اور بے دھیانی سے سننے لگی۔

''ہم نے اس ویڈیو سے ایک نتیجہ نکالا ہے کہ...''

(ہم نے؟) وہ اپنی ذہانت کو داتن اور اپنا مشترکہ کام بتا رہا تھا۔ داتن کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے۔

''تین سوال؟ کیا مطلب ہوا اس کا؟'' تالیہ نے بے توجہی سے اسے دیکھا۔

ایڈم نے شانے اچکا دیے۔ ''ہم کیسے جان پائیں گے۔''

''داتن...تھانے کے بعد وہ کہاں گئے تھے؟ یہ ویڈیو تو بارہ بجے کے بعد کی ہے جبکہ وہ چار پانچ بجے تک گھر سے باہر رہے ہیں۔ کیا ہم شہر کے دوسرے سی سی ٹی وی کیمروں سے ان کی نقل و حرکت معلوم کر سکتے ہیں؟''

''ہاں بالکل' میرے پاس جو الہ دین کا چراغ ہے وہ جھٹ سے ایسا کر دے گا۔'' داتن مصنوعی ناراضی سے بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''یار داتن....'' تالیہ کراہی۔ایک تو پہلے عبداللہ اور اب یہ داتن....

''ایک دو دکانوں کے باہر لگے کیمروں کی فوٹیج تو میں نکلوا سکتی ہوں مگر ہر سڑک کے کیمرے کا ریکارڈ لینا ناممکن ہے۔مچھلی بنائی ہے میں ن۔اور سنو تم لڑکے....تم کھانا کھا کے جانا۔پتہ نہیں زندگی میں کبھی مچھلی تمہیں نصیب ہوئی بھی ہے یا نہیں۔'' بڑبڑاتے ہوئے کہتی کچن کی طرف چلی گئی۔ایڈم پیچھے سے چمک کے بولا۔

''جب بھی نصیب ہوئی ہے'الحمدللہ حلال کی ہوئی ہے۔''

پھر مڑا تو دیکھا....تالیہ سوچتے ہوئے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔تھوڑی ہتھیلی پہ گرا رکھی تھی۔

''وان فاتح نے اس رات کیا کیا تھا؟ وہ ہمیں کیا بتانا چاہ رہے ہیں جو ڈائریکٹ ای میل میں نہیں لکھ سکے؟ کیا اس جادو سے نکلنے کا کوئی طریقہ ہے؟'' وہ چونکی۔''کیا ان کی یادوں کے واپس آنے کا کوئی راستہ ہے۔''

''آپ کی یادداشت بھی تو ٹکڑوں کی صورت میں کچھ کچھ واپس آئی تھی۔''

''جب میں کے ایل آئی تھی اتنے سال بعد تو ائیر پورٹ پہ مجھے پہلی دفعہ خواب سا دکھائی دیا تھا۔اس کے بعد وقفے وقفے سے کبھی کبھی کوئی بچپن کا وژن آتا تھا۔کبھی ماضی کا۔کبھی مستقبل کا۔''

''جب آپ کو پہلی دفعہ کوئی وژن نظر آیا تھا تو ایسا کیا تھا جو اس کا محرک بنا تھا؟''

''مجھے نہیں یاد ایڈم۔'' اس نے مایوسی سے سر جھٹکا۔''اور ابھی میرے ذہن میں صرف عبداللہ گھوم رہا ہے۔اس کی تو میں کل خبر لیتی ہوں۔''

''دایاں ہاتھ کٹوا دیجیے گا اس کا۔اوہ سوری'یاد آیا۔اب تو آپ کسی کا ہاتھ بھی نہیں کٹوا سکتیں۔'' مسکرا کے بولا اور اپنے کاغذ سمیٹنے لگا۔تالیہ اتنی کبیدہ خاطر تھی کہ جواب میں کچھ بولی ہی نہیں۔

☆......☆......☆

آفس کیبن قطار میں بنے تھے اور اس صبح وہ فون کی گھنٹیوں' ٹائپنگ کی آوازوں اور گفتگو کی بھنبھناہٹ سے گونج رہے تھے۔ ایسے میں عبداللہ اپنی شرٹ کا کالر درست کرتا کیبن کے درمیانی راستے سے گزرتا آگے بڑھ رہا تھا۔راہداری کے ایک طرف وان فاتح کا آفس تھا جس کے باہر تالیہ بیٹھی تھی اور سیکرٹری کی کرسی پہ عثمان براجمان لیپ ٹاپ پہ کام کرتا دکھائی دے رہا تھا۔

''سر اندر ہیں؟ انہوں نے بلوایا تھا۔'' عبداللہ خوش دلی سے کہتا قریب آیا تو عثمان نے چونک کے گردن اٹھائی۔

''سر نے بلوایا؟ کس وقت کے لئے؟'' اس نے اچنبھے سے کہتے اپنی ڈائری کھولی تو تالیہ مسکراتی ہوئی کھڑی ہوئی۔ پھولدار فراک پہ سر کے اوپر ترچھا سفید ہیٹ جما رکھا تھا۔

''بہت اچھا لگا تمہیں یہاں دیکھ کے عبداللہ۔'' وہ بہت اپنائیت سے کہہ رہی تھی۔ ''دراصل میں نے بلوایا تھا تمہیں۔''

عبداللہ کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔ اس کا ماتھا ٹھنکا۔ ''چے تالیہ.... میں....''

''شش!'' تالیہ نے مسکراتے ہوئے لبوں پہ انگلی رکھی اور چند قدم چل کے قریب آئی۔ اب اس کے عین سامنے کھڑے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''یہ تمہاری لکھائی میں لکھی جے ڈی ہے عبداللہ۔'' شفاف پلاسٹک بیگ میں مقید کاغذ لہرایا۔ ''اس کو جانتے ہو میں نے پلاسٹک بیگ میں کیوں بند کر رکھا ہے؟''

عبداللہ نے تھوک نگلا مگر بظاہر کندھے اچکائے۔ ''دیکھیں میں....''

''کیونکہ یہ Conspiracy to murder کا ثبوت ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے چبا چبا کے کہہ رہی تھی۔ ''تم نے لکھا کہ وہ مونگ پھلی کے بسکٹ شوق سے کھاتے ہیں۔ تم ان کو میرے ہاتھوں قتل کروانا چاہتے تھے کیا؟''

''چے تالیہ۔'' عثمان اٹھ کھڑا ہوا اور مصالحتی انداز میں مداخلت کی کوشش کی تو وہ تیزی سے اس کی طرف گھومی۔ ''عثمان صاحب آپ جانتے تھے کہ یہ مجھے غلط گائیڈ کر کے گیا ہے لیکن آُ نے ایک دفعہ بھی مجھے احساس نہیں دلایا۔ جیسے تب چپ رہے ویسے اب بھی چپ رہیں۔'' پھر شعلہ بار نظروں سے واپس عبداللہ کو دیکھا۔

''چے تالیہ... غلطی سے شاید....''

''اپنی وضاحت بچا کے رکھو۔ تم صرف مجھے ڈانٹ پڑوانا چاہتے تھے' میں جانتی ہوں تم ان کو قتل نہیں کرنا چاہتے اور یہی بات تم اندر جا کے انہیں بتاؤ گے۔''

''چے تالیہ۔ دیکھیں یہ....''

''اگر تم نہیں بتاؤ گے تو میں بتا دوں گی لیکن تمہیں زندگی گزارنے کا ایک گُر بتاؤں عبداللہ؟ جس کو دھوکہ دیا جاتا ہے' اس کو اپنے منہ سے سچ بتانا بہتر ہوتا ہے بجائے اس کے کہ اسے کسی تیسرے شخص سے پتہ چلے۔ جاؤ۔ وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔''

پلاسٹک بیگ اس کی طرف بڑھایا تو عبداللہ نے لب بھینچ لئے اور بیگ تھاما۔ پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عثمان کرسی پہ بیٹھ گیا لیکن بار بار افسوس سے بند دروازے کو دیکھتا تھا۔

''چے تالیہ یہ آفس کے معاملات ہمیں آپس میں حل کرنے چاہیے ہیں۔ ہر بات باس کو بتانا آپ کے لئے مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔''

''عثمان انچے! (صاحب)'' اس نے سینے پہ بازو لپیٹے اور مسکرا کے اسے دیکھا۔ ''ایک بات آج آپ میری لکھ کے رکھ لیں۔ تالیہ مراد اگر سب کے ساتھ ایمانداری سے معاملات کر رہی ہے' تو اس کے ساتھ غلط بیانی کرنے والے کو سزا ملنی چاہیے۔''

عثمان نے خاموشی سے لیپ ٹاپ اپنے سامنے کر لیا اور ٹائپ کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد عبداللہ باہر آیا اور خاموشی سے تالیہ کو دیکھتے ہوئے کاغذ کے چار ٹکڑے کر کے ڈسٹ بن میں پھینکے۔

''آئی ایم سوری! چے تالیہ۔'' جیسے زبردستی یہ الفاظ ادا کیے۔ پھر ٹھہرا۔''آپ باس کو پہلے ہی بتا چکی تھیں تو مجھے اعتراف کرنے کو کیوں کہا؟''

''یہ بتایا تھا کہ غلطی کی ہے۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ کیا غلطی کی ہے۔ بہر حال' باس نے یقیناً تمہیں کہا ہوگا کہ مجھ سے معافی مانگنے کے بعد میں تمہیں عثمان سے لیٹر بنوا دوں گی۔''

''میرا ٹرمینیشن لیٹر' رائٹ!'' وہ کڑواہٹ سے بولا۔ چہرے پہ بے بسی بھرا غصہ تھا۔ تالیہ نے پرس سے ایک کاغذ نکالا اور عثمان کی میز پہ لا رکھا۔

''یہ عبداللہ کا اپائنٹمنٹ لیٹر ہے۔ ہم عبداللہ کو اکاؤنٹس میں ایک بہتر جاب دے رہے ہیں۔'' وہ جتنی سنجیدگی سے بولی' عثمان کا منہ کھل گیا۔ عبداللہ نے بھی بے یقینی سے اسے مڑ کے دیکھا۔

''آپ مجھے جاب دلوا رہی ہیں؟ دوبارہ؟''

''ہاں' کیونکہ تم نے وان فاتح سے سچ بولا ہے۔ اور تمہاری اس سے بڑی سزا کیا ہوگی کہ تم روز ایک ہی آفس میں ان کا سامنا کرو گے اور روز اپنی حرکت پہ شرمندہ ہو گے۔'' رکھائی سے کہہ کے عبداللہ کو گھورا ۔ عبداللہ دل سے شرمندہ نہ تھا' اسے بے بسی بھرا غصہ چڑھا ہوا تھا' مگر اس بات نے اس پہ گویا گھڑوں پانی ڈال دیا۔ چپ چاپ عثمان کے قریب چلا آیا۔

(اگر اپنی لکھائی میں نہ لکھتا تو یہ کبھی میرے خلاف اسے نہ استعمال کر سکتی۔)

تالیہ کافی بنا کے واپس آئی تو عبداللہ جا چکا تھا اور عثمان اسی طرح بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے کھنکھارا۔

''مجھے خوشی ہے اس کی جاب نہیں گئی' چے تالیہ۔ جاب کا چھوٹ جانا انسان کے ساتھ کیا کر دیتا ہے' آپ نہیں جانتیں۔'' عثمان نے تنبیہہ کی مگر اس نے محض سر جھٹک دیا۔

''اعمال کے نتائج ہوتے ہیں جو بھگتنے پڑتے ہیں۔''

فاتح عینک لگائے ایک فائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کوٹ اسٹینڈ پہ ٹنگا تھا اور وہ شرٹ کے آستین موڑے' ٹائی ڈھیلی کیے میز پہ کہنیاں رکھے بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے نظریں اٹھائیں۔

''تو اس نے تمہیں غلط ڈی جے دی تھی؟ معافی مانگی اس نے تم سے؟'' انداز دوستانہ تھا۔

صبح اس کی ساری بات سن کے اس نے بس یہی کہا تھا کہ وہ تم سے معافی مانگ لے تو ہم اسے دوبارہ اسی آفس میں accomodate کر دیں گے۔

''جی سر' مانگ لی۔ پوچھ سکتی ہوں کہ آپ نے اسے جاب سے کیوں نہیں نکالا؟'' اس نے کافی کا مگ اس کے سامنے میز پہ رکھا اور اچنبھے سے بولی۔ ''آپ تو سچ جھوٹ کے معاملے میں بہت سخت ہیں۔ پھر کیوں اسے رکھ لیا؟''

''کیونکہ مجھے الیکشن لڑنا ہے' تاشہ۔ میں اپنے ساتھ سولہ گھنٹے گزارنے والے لڑکے کو اس موقع پہ اپنا دشمن نہیں بنا سکتا۔ اور یہ تم لوگوں کی ایک دوسرے کے خلاف آفس پالیٹکس تو چلتی رہے گی۔'' وہاں سکون ہی سکون تھا۔

''رائٹ سر۔ یہ رہی آپ کی کافی' جو آپ کو واقعی پسند ہے۔'' پھر اس نے ایک گم کا پیکٹ میز پہ رکھا۔ ''یہ رہی crunchy gums کیونکہ آپ کام کرتے ہوئے soggy gums نہیں چباتے۔ اور ہاں... آپ کے کوٹ سے آپ کی فلیگ پن گر گئی تھی تو میں یہ نئی لے آئی ہوں۔ دو ایکسٹرا فلیگ پنز میرے بیگ میں بھی ہیں۔'' مہارت سے بتاتے ہوئے وہ اسٹینڈ تک آئی اور ایک ننھی جھنڈے والی پن اس کے کوٹ پہ لگائی۔ فاتح نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

''اور اب تمہیں ایک دم سے میری پسند ناپسند کا علم ہو گیا؟''

''وہ کیا ہے سر کہ یہ میری جاب ہے۔'' تالیہ مراد اس کی طرف گھومی اور مسکرا کے بولی۔

''میں نے عبداللہ پہ بھروسہ کر کے سستی دکھائی تھی لیکن اب میں نے آپ پہ ریسرچ کی ہے اور آپ کے نئے پرانے سب انٹرویوز دیکھ اور پڑھ ڈالے۔ امید ہے اب میں آپ کی ہر چیز کا خیال رکھ سکوں گی۔ ویسے آپ کا وہ بٹوہ کہاں گیا جس میں آپ پاپ کارن کے دانے رکھتے تھے؟''

ایک دم گرم کڑوے گھونٹ نے فاتح کی زبان جلا ڈالی۔ اس نے تیزی سے مگ نیچے کیا۔ مسکراہٹ غائب ہوئی اور پیشانی پہ سلوٹیں پڑیں۔

''کون سا بٹوہ؟ یہ کس نے کہا تمہیں؟''

''آپ نے۔ آپ نے ہی تو کہا تھا کہ آپ کی پسند ناپسند کا پتہ چلانا میری جاب ہے اور میں اپنی جاب آخری حد تک کرنا جانتی ہوں سر۔ انٹرویو والے روز میں نے آپ سے کہا تھا نا' تالیہ مراد کو سب کرنا آتا ہے۔ امید ہے الیکشن تک آپ مجھے بھی فائر کرنے کا نہیں سوچیں گے۔ وہ بٹوہ آپ کے پاس ہوتا تھا ہمیشہ۔ اب نہیں ہے۔ اسے ڈھونڈ لیجئے گا۔'' جتاتی مسکراہٹ سے کہتی وہ مڑی اور باہر نکل گئی۔

وان فاتح کچھ دیر لب بھینچے بیٹھا رہا۔ پھر موبائل اٹھایا اور تیزی سے انگلیوں کو کی پیڈ پہ حرکت دی۔

''حالم.... کچھ علم ہوا کہ اس رات میرے ساتھ کیا ہوا تھا؟'' ایک یہی معمہ تھا جو حل نہیں ہو رہا تھا۔

وہ باہر کرسی پہ بیٹھی اس کا پیغام پڑھ رہی تھی۔ پھر جواب لکھنا شروع کیا۔

''میں کوشش کر رہا ہوں' فاتح صاحب۔ امید ہے آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔''

پھر اس نے ہینڈز فری کانوں میں لگائے اور وہیں بیٹھے بیٹھے وہ ویڈیو دوبارہ دیکھنے لگی۔ رات تو عبداللہ کی وجہ سے ذہن بٹا ہوا تھا۔ اب پوری توجہ سے اس کا ایک ایک لفظ سننے لگی۔ تین.... سوال.... وہ ان الفاظ کو بار بار دہرا رہا تھا۔ آخر کیا مطلب تھا ان کا؟

وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

☆......☆......☆

وہ ایک شور سے بھرپور آفس تھا۔ لوگ ہر کونے سے گویا نکل نکل کے آ جا رہے تھے۔ فون کی گھنٹیاں کانوں میں صور پھونک رہی تھیں۔ ہر کوئی بول رہا تھا' چل رہا تھا۔ ایسے میں ایڈم بن محمد ایک فولڈر تھامے دھڑکتے دل کے ساتھ راہداری میں آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک دروازے کے سامنے وہ رکا' اور ٹائی درست کی۔ تالیہ کی ہدایت کے مطابق اس نے سوٹ پہنا تھا جس میں وہ شدید غیر آرام دہ تھا۔ دروازے کو کھٹکھٹایا اور اندر جھانکا۔

اندر ایک ادھیڑ عمر صاحب فائلوں میں الجھے بیٹھے تھے۔ وہ ایک ٹیبلوئڈ کا دفتر تھا۔ یہ دلچسپ اور سنسنی خیز قسم کے میگزین ہوتے ہیں جو عام خبروں سے زیادہ چٹ پٹے اسکینڈلز کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس آفس میں بھی جا بجا ایسے ہی پوسٹر لگے تھے۔ اسے دیکھ کے ان صاحب نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

''آ جاؤ' آ جاؤ۔'' پھر بالوں کو کھجایا۔ الجھے انداز میں فائلز آگے پیچھے کیں۔ وہ شدید مصروف نظر آتے تھے۔

''میں حالم کے ریفرنس سے آیا ہوں۔'' وہ سامنے بیٹھا اور کھنکھارتے ہوئے فولڈر میز پہ رکھا۔ ''اس میں حالم کی طرف سے ایک سفارشی لیٹر بھی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ آپ کو ایک رپورٹر کی ضرورت ہے۔ جو حقیقی واقعات کو دلچسپ کہانی کی صورت لکھ سکے۔''

''دیکھو میاں ضرورت تو ہمیں کسی کی نہیں ہے' لیکن حالم کے احسان بہت ہیں مجھ پہ تو میں تمہیں نوکری دے دیتا ہوں۔'' انہوں نے فولڈر اپنے قریب کھسکایا مگر اسے کھولا نہیں۔ بس سادے انداز میں بتانے لگا۔ ایڈم کے کندھے ڈھلک گئے۔ لیکن پھر دوبارہ اپنے جوش کو جگاتے ہوئے بولا۔

''اگر آپ مشہور ایکٹرس ڈیزی مل کے اسکینڈل پہ لکھی میری تحریر پڑھ لیں تو میں شکر گزار ہوں گا۔ اور....''

''سمجھو میں نے پڑھ لی۔ اور تمہیں بطور فری لانس رپورٹر رکھ رہا ہوں۔ تنخواہ مل جایا کرے گی اور آفس آؤ نہ آؤ تمہاری مرضی ہے۔ چاہے سارے شہر کی خاک چھانتے رہو' مگر ہفتے میں ایک دن آ کے تمہیں کوئی سنسنی خیز اسٹوری جمع کرانی ہو گی۔ ہمارا ٹیبلوئڈ پرنٹ سے زیادہ آن لائن چلتا ہے۔ دیکھو میاں یہ کتابوں کا دور تو رہا نہیں۔ یہ اسکرین کا دور ہے اس لئے تصویریں' ویڈیوز' آرٹیکلز' جو بھی ہو لے آیا کرو۔ اب اگر تمہاری طبیعت پہ گراں نہ گزرے تو باہر تشریف لے جاؤ کیونکہ میں اس اداکارہ کے ایکدم اسکارف اوڑھ لینے کو کوئی سازشی رخ دے کر کہانی بنانا چاہ رہا ہوں۔'' ایک تصویر لہرا کے دکھائی۔ وہاں تو نہ لحاظ تھا' نہ مروت۔ کھڑوس ایڈیٹر نے ایک ہی سانس میں اس کے

سفارشی اور اپنے جھوٹے ہونے کی تصدیق کی اور جانے کا اشارہ کیا۔

”پڑھ ضرور لیجیے گا' سر۔“ وہ گہری سانس لے کر بولا اور پھر تھکے تھکے انداز میں باہر نکل گیا۔

(کتابوں کا دور نہیں رہا۔) یہ الفاظ میگزین کے دفتر سے گھر تک اس کا پیچھا کرتے آئے تھے۔ گھر کے قریب چھوٹی سی مارکیٹ میں وہ کتابوں کی دکان کے سامنے رک گیا۔ بدقت قدم اٹھائے اور قریب آیا۔

”بنگارا یا ملایو ہے؟“ تھوک نگل کے استفسار کیا۔ وہ کورس کی کتاب تھی اور ہر جگہ مل جاتی تھی۔ دکاندار نے جھٹ اسے تھما دی۔ ایڈم نے دونوں ہاتھوں میں اسے تھاما اور اوپر چہرے کے سامنے لے آیا۔ دھوپ میں اس کا سرورق چمک رہا تھا۔

ملایا کا پھول

از آدم بن محمد۔

ایک اداس مسکراہٹ اس کے لبوں پہ بکھر گئی۔ پھر اس نے نفی میں سر ہلایا اور کتاب واپس کر دی۔ دکاندار حیران ہوا۔

”نہیں چاہیے؟“

(ایسی کتابیں پڑھ کے ماضی کی خوفناک قید یاد آنے لگے گی اور اس سب کو یاد کرنے کے لئے بہت حوصلہ چاہیے۔) دل میں سوچا مگر کہا صرف اتنا۔

”ابھی نہیں۔ کچھ وقت گزر جائے تو شاید اسے خرید لوں یا جیسے بچپن میں چوائس میں چھوڑ دیا تھا' اب بھی چھوڑ دوں۔ اس کو پڑھنا یا نہ پڑھنا میری اپنی چوائس ہے۔“

دکاندار نے کتاب رکھ لی اور ایک اچٹتی نظر اس نوجوان پہ ڈالی جو اب قدم اٹھاتا دور جا رہا تھا۔ دنیا عجیب و غریب نمونوں سے بھری پڑی ہے۔ دکاندار نے سوچا اور سر جھٹک کے واپس کام کرنے لگ گیا۔

وہ گھر میں داخل ہوا تو چھوٹے باغیچے میں ٹھنڈی چھایا اتری تھی۔ مرغی اپنے پنجرے میں پرسکون بیٹھی چوزوں کو پروں میں دبائے ہوئے تھی۔ دیوار پہ رکھی باجرے کی پلیٹ سے پرندے دانے چگ رہے تھے۔ اس نے اندر آ کے گیٹ بند کیا تو پرندے جھپاک سے اڑ گئے۔ وہ سیدھا ہوا تو دیکھا' برآمدے میں ماں کھڑی سوگوار گیلی نظروں سے اسے دیکھ رہی ہے۔

”ماں؟ کچھ ہوا ہے کیا؟“ اس کا ہاتھ دھیرے سے پہلو میں آ گرا۔ نظریں ماں پہ جم گئیں۔

”ایڈم۔ فاطمہ کے والد نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔ منگنی کا سامان بھی واپس بھیج رہا ہے۔“ ابو نے پلکیں جھپکائیں تو آنسو ٹوٹ کے گرتے گئے۔ ایڈم نے دیکھا' پہلے بائیں آنکھ سے آنسو گرا تھا۔ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ جب انسان دکھ سے روتا ہے تو آنسو بائیں آنکھ سے پہلے گرتا ہے۔ جب خوشی سے روتا ہے تو دائیں سے۔ اس کی نظر اس آنسو کے ساتھ نیچے لڑھکتی گئی۔

''میں نے ان کو بہت سمجھایا مگر وہ نہیں مانے۔ تمہاری نوکری کو اتنا بڑا مسئلہ بنا دیا۔''

''مجھے....'' اس کے الفاظ ٹوٹے۔ ''نوکری مل گئی ہے' ابیو۔''

آنسو پہ ٹکی نظر ابیو کی تھوڑی کے ساتھ نیچے جھکی۔ ''تنخواہ بھی اچھی ہے۔ اور نوکری بھی۔''

''وہ اپنا ذہن بنا چکے ہیں۔ اب نہیں بدلیں گے۔''

''کوئی بات نہیں' ابیو۔'' آنسو گریبان میں جذب ہو گیا تو ایڈم کا سکتہ ٹوٹا۔ بس گہری سانس لی اور آگے آیا۔ ''میں افسردہ نہیں ہوں۔''

''ایڈم' تم میرا دل رکھنے کے لئے کہہ رہے ہو' مجھے معلوم ہے۔'' ابیو نے بے آواز روتے ہوئے اس کا بازو تھاما تو اس نے نرمی سے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں' ماں۔ میں نے ایک بات جان لی ہے کہ کچھ لوگ ہماری زندگی میں صرف تھوڑے وقت کے لئے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو لاتا ہے اور پھر نکال کے لے جاتا ہے۔ تکلیف ہوتی ہے مگر دنیا کا کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس نے کسی کو کھویا نہ ہو۔ سب کسی نہ کسی کو کھوتے ہیں' ماں۔ کوئی بے وفائی کے ہاتھوں' کوئی موت کے باعث اور کوئی ذرا سی غلط فہمی کی وجہ سے۔''

''مگر تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔ بے قصور ہوتے ہوئے کوئی ہمیں چھوڑ دے.... یہ تو ناانصافی ہوتی ہے۔''

''کہا نا' لوگ ہمیں کچھ سکھانے کے لئے آتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو اس لئے ہم سے دور کر دیتا ہے تاکہ ہم اپنے آپ سے قریب ہو سکیں۔ میں اپنے اصل سے متعارف ہو چکا ہوں' ماں۔ مجھے زندگی کی کچھ کچھ سمجھ آنے لگی ہے۔ میں نے فاطمہ کے لئے لکھنا نہیں چھوڑا۔ کسی عام سی زندگی اور نوکری پہ راضی نہیں ہو گیا۔ مجھے عام زندگی نہیں چاہیے۔ ''ماضی'' نے مجھے یہ سکھایا ہے کہ اگر ایڈم بن محمد کے تایا اس کے بارے میں بڑے خواب دیکھ سکتے تھے' تو ایڈم ان کو پورا بھی کر سکتا ہے۔''

''ایڈم.... تم کچھ دن ہر چیز سے دور ہو کے چھٹیاں گزارنے کہیں دور چلے جاؤ۔ اپنے ذہن کو سکون دو اور....'' ابیو پریشانی سے اس کا اتنا پر سکون انداز دیکھ رہی تھی۔

''اس شور ہنگاموں سے بھرپور دنیا سے دور بہت چھٹیاں گزار لیں ایڈم نے' ماں۔ اب اس دنیا میں واپس آنے کا وقت ہے۔ اب اس دنیا کے راز کھوجنے کا وقت ہے۔ میں ملاکہ جا رہا ہوں۔ وہاں کچھ ہے جو میرا منتظر ہے۔''

نرمی سے کہہ کے وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔ ابیو اسے بھیگی آنکھوں سے جاتے دیکھتی رہی۔ وہ ٹوٹے دل کے ساتھ نوکری کیسے کرے گا؟ وہ پریشان تھی۔ مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا دل قدیم ملاکہ میں کب کا ٹوٹ چکا تھا۔ اب تو دل کو دوبارہ سے جوڑنے کا وقت تھا۔

☆......☆......☆

رات بھر بارش برستی رہی تو صبح تک کے ایل کی سڑکیں خوب گیلی اور موسم خوب ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ سڑک پہ گاڑیاں معمول کی رفتار

سے گزر رہی تھیں اور فٹ پاتھ پہ وان فاتح تیز تیز دوڑتا جا رہا تھا۔ اس نے ٹراوزر پہ سیاہ ہڈی پہن رکھی تھی جس کی ہڈ پیچھے کو گری تھی۔ پسینے میں شرابور وہ کانوں میں ہینڈز فری لگائے' بس بھاگتا جا رہا تھا۔

ایک دم ایک سائیکل عین اس کے سامنے آ رکا۔ وہ تیزی سے رکا اور پیچھے ہٹا۔ اگر بروقت نہ رکتا تو سائیکل والے سے ٹکرا جاتا۔ کانوں سے ہینڈز فری نکالتے وہ خفگی سے اس لڑکے کو ٹوکنے لگا تھا کہ اس نے ایک پیکٹ فاتح کی طرف بڑھایا۔

''حالم کی طرف سے۔'' ہیلمٹ والے بائیک میسنجر نے پیغام دیا' پیکٹ تھمایا اور زن سے سائیکل موڑ کے آگے لے گیا۔

فاتح نے گہری سانس بھری اور پیکٹ لئے ایک بنچ پہ آ بیٹھا۔ جاگنگ کے باعث تنفس تیز تھا اور بال بھیگ چکے تھے۔ اس نے پیکٹ کھولا تو اندر چند تصاویر تھیں۔ وہ باری باری ان کو دیکھے گیا۔ پھر فون نکالا اور کال ملائی۔

''ایک کام تو کر دیا میں نے آپ کا۔'' حالم کی مطمئن آواز سنائی دی تھی۔ ''فائل چرانے والی تالیہ نہیں تھی۔ اس کا ثبوت بھیج دیا ہے۔''

''ہاں دیکھ رہا ہوں۔ یہ سی سی ٹی وی کی تصاویر ہیں۔'' وہ تصویروں کو الٹ پلٹ کر کے دیکھ رہا تھا۔ ''ان میں وہ اشعر کی پارٹی سے نکل کے کیب میں بیٹھتی دکھائی دے رہی ہے۔ اور پھر وہ کیب میں اپنے گھر کے سامنے اتر رہی ہے۔ اور یہ....'' اس نے آخری تصویر کو سیدھا کیا۔

''یہ ایڈم ہے میرا باڈی مین.... یہ اس رات تاشہ کی گاڑی میرے پورچ سے لے جا رہا ہے۔''

''جی۔ میں غلط تھا۔ اس رات تالیہ مراد آپ کے گھر نہیں آئی تھی۔ وہ تو کیب میں گھر گئی تھی۔''

''یعنی فائل تالیہ نے نہیں چرائی۔'' اس نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ ''میں خواہ مخواہ اس کو الزام دیتا رہا۔'' حالم کی طرف خاموشی چھا گئی۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔

''تو کیا ایڈم نے؟''

''ہرگز نہیں۔'' حالم نے تیزی سے کہا۔ ''وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ کار لے کر چلا گیا تھا۔ یقیناً اشعر نے کسی چور کو ہائر کیا ہوگا۔''

''حالم۔ تمہیں کیا میں بے وقوف لگتا ہوں؟'' اس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے تصاویر پیکٹ میں ڈالیں۔ ''اگر تمہیں میرے گھر کی سی سی ٹی وی فوٹیج مل گئی ہے جس میں ایڈم آتا اور جاتا دکھائی دے رہا ہے تو تمہیں اس رات کی پوری فوٹیج بھی مل گئی ہوگی جس میں وہ چور داخل ہوتا دکھائی دیا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ تم مجھے اس کے بارے میں کیوں نہیں بتا رہے؟''

''سر' اشعر نے فائل چرائی تھی۔ چاہے جیسے بھی چرائی ہو۔ میں نے آپ کو فائل واپس لا دی ہے۔ آپ ان بے کار باتوں میں کیوں الجھتے ہیں۔''

''کیا وہ کوئی میرا قریبی شخص ہے جسے تم بچا رہے ہو؟ کوئی خاص ملازم؟ میرا سیکرٹری عثمان؟ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ کون میرا

دشمن ہے اور دوست۔"

"فاتح صاحب ان سوالوں کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے جن کے جواب اگر معلوم ہو جائیں تو ہمیں برے لگیں۔ اگر کسی قریبی شخص سے غلطی ہو بھی گئی ہے تو میں سیکنڈ چانس پہ یقین رکھنے والا انسان ہوں۔ خدا حافظ۔" اور فون بند ہو گیا۔

وہ جاگنگ کے بعد اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس کی کار کے ساتھ تالیہ کھڑی تھی۔ گارڈ فاصلے پہ مستعد کھڑے تھے۔ اسے دیکھتے ہی وہ سیدھی ہوئی اور جوس کی بوتل اس کی طرف بڑھائی۔

"السلام علیکم سر۔" فاتح نے سلام کا جواب دیا اور ایک گہری نظر اس پہ ڈالتے ہوئے بوتل تھام لی (تو یہ لڑکی چور نہیں تھی!)۔ پھر ڈھکن کھولتے ہوئے سوچ کے بولا۔

"تمہاری پینٹنگ بن گئی کوملا کہ والے گھر میں بنانا تھی؟" انداز نرم تھا۔

"بس سمجھیں کام ہو ہی گیا ہے۔"

"تم اب بھی وہ گھر خریدنا چاہتی ہو؟" سرسری سا پوچھتے ہوئے بوتل لبوں سے لگائی۔ تالیہ سادگی سے مسکرائی۔

"نہیں سر.... میں چابی کچھ روز میں آپ کے حوالے کر دوں گی۔"

وان فاتح کے اندر افسوس سا ابھرا۔ مگر بولا کچھ نہیں۔ خاموشی سے بوتل اونچی کیے گھونٹ بھرتا رہا۔ وہ منتظر سی اس کا بوتل والا ہاتھ دیکھتی رہی۔ کیونکہ بوتل اس نے تالیہ کو ہی پکڑائی تھی۔ ہاتھ کا زخم اب مندمل ہو چکا تھا۔ نظریں انگلیوں سے کلائیوں تک پھسلیں تو ایک دم وہ منجمد ہو گئی۔ پھر احساس ہوا کہ وہ بوتل بڑھائے ہوئے ہے۔ گڑبڑا کے جلدی سے اسے تھاما۔ وہ ناخوش لگتا تھا۔

"آپ کا پسندیدہ جوس تھا یہ سر۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میرے ٹیسٹ بڈز آج کل کسی شے کو پسند نہیں کر رہے۔" وہ سر جھٹک کے بولا پھر اسے یک ٹک خود کو دیکھتے پا کے پوچھا۔ "کیا؟"

"آپ کی گھڑی دیکھ رہی تھی۔" وہ سنبھلی۔ "آپ یہ اپنے ساتھ آفس نہیں پہن کے آتے' ہے نا۔"

"یہ فٹنس واچ ہے' لڑکی۔ صرف ورک آؤٹ کے وقت پہنتا ہوں۔" وہ سر جھٹک کے آگے بڑھ گیا۔

تالیہ کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اس رات وان فاتح کہاں گئے تھے' یہ جاننا کچھ مشکل نہیں ہے' داتن۔" وہ کار سے ٹیک لگائے مسکرا کے میسج ٹائپ کر رہی تھی۔

"اس رات کی ویڈیو میں گھر سے نکلتے فاتح نے فٹنس واچ پہن رکھی تھی۔ وہ جاگنگ کے علاوہ اسے کبھی نہیں پہنتے۔ وہ گھڑی ایک "کلیو" تھا۔ فٹنس واچ میں جی پی ایس ہوتا ہے۔ ہمیں اس گھڑی کا ڈیٹا چاہیے۔ اس رات وہ کس سڑک' کس جگہ سے گزرے ہیں' اور

وہاں کتنی دیر رہے ہیں' سارا نقشہ سامنے آ جائے گا۔ وہ چاہتے تھے کہ میں ان کے قدموں کے نشانات کا پیچھا کروں۔ اس لئے انہوں نے جان بوجھ کے وہ واچ پہنی تھی۔'' اس کی مسکراہٹ گہری ہو رہی تھی۔

وہ اندر آیا تو عصرہ ڈائننگ ٹیبل پہ موجود ناشتہ کر رہی تھی۔ بس ایک نگاہ غلط اس پہ ڈالی اور توس پہ جام لگانے لگی۔

''تم کاغذاتِ نامزدگی واپس لے رہے ہو یا نہیں' فاتح؟'' عجیب انداز تھا اس کا۔

''تم نے اس رات تاشہ کو ہمارے گھر سے کار لے جاتے خود دیکھا تھا؟'' وہ تولیے سے گردن پونچھتا سامنے آیا اور سنجیدگی سے پوچھا۔ عصرہ نے اس غیر متوقع سوال پہ چونک کے اسے دیکھا۔ پھر کندھے اچکائے۔

''ہاں اس نے کہا تھا کہ وہ کار لینے جا رہی ہے اور ملازموں نے بھی یہی بتایا تھا کہ وہ خود آئی ہے۔ کیوں؟''

''ملازموں کو بلواؤ۔ میں دوبارہ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

عصرہ نے زور سے چھری پلیٹ میں رکھی اور چہرہ اٹھا کے ناگواری سے اسے دیکھا۔ ''تمہیں میری بات کا یقین نہیں ہے کیا؟''

وہ تولیے کو گردن اور بازوؤں پہ ملتے ہوئے غور سے اسے دیکھا۔ ''اتنا غصہ کیوں عصرہ؟''

عصرہ نے بے بسی سے نیپکین پرے پھینکا۔ ''مجھے نہیں معلوم اس نے فائل چرائی تھی یا نہیں' لیکن کیا ہم اس ٹاپک کو بند کر سکتے ہیں؟ جب سے یہ لڑکی ہماری زندگی میں آئی ہے' ہر چیز خراب ہونے لگی ہے۔'' وہ غصے سے کہہ رہی تھی۔ ''کیا اب ہم اس کی وجہ سے صبح صبح لڑیں گے؟''

''اس کو ہماری زندگی میں کون لایا ہے؟ میں یا تم؟'' فاتح نے سوالیہ انداز میں کندھے اچکائے۔ ''تم نے کہا اس کو ڈنر پہ بلاؤ۔ اس کو اچھا ٹریٹ کرو۔ وہ گھائل غزال خریدے گی۔ تم نے کہا اسے ملاکہ والا گھر دے دو۔''

''یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسے چوبیس گھنٹے سر پہ سوار کر لو۔'' وہ نہ جانے کس بات پہ اتنی غصہ تھی۔ ''یہ صبح صبح یہاں کیوں آ جاتی ہے؟''

''کیونکہ تمہارے بھائی نے کہا تھا کہ اسے جاب دو۔ وہ باہر کھڑی اپنا کام کر رہی ہے۔ تم اتنی اَپ سیٹ کیوں ہو رہی ہو؟'' وہ واقعی حیران ہو رہا تھا۔

''ایک پیسہ آج تک اس نے نہیں دیا میری نیلامی میں' نہ گھر کے کرایے کی مد میں۔ صرف پینٹنگ دی جو پتہ نہیں اصلی تھی یا نقلی۔ مگر جب سے یہ آئی ہے تم گھر آنا بھول گئے ہو۔''

''عصرہ ہماری الیکشن کمپیئن شروع ہو رہی ہے' تمہیں معلوم ہے میں مصروف....''

''اسی لئے تو کہتی ہوں کہ مت قدم رکھو اس دلدل میں۔ ایک آریانہ کو کھونا کم تھا کیا۔ میرے دوسرے بچے بھی دشمنوں کے نشانے پہ آ جائیں گے۔''

''ہم تاشہ اور اس فائل کی بات کر رہے تھے۔ یہ آریانہ درمیان میں کہاں سے آ گئی۔''

وہ جو بات کو گھما پھرا کے دور لے گئی تھی' اپنی چوری پکڑے جانے پہ غصے سے کرسی دھکیلتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آریانہ درمیان سے چلی گئی ہے' یہی تو سارا غم ہے' فاتح۔ بہر حال اس لڑکی کو میں تمہارے ساتھ کام کرتے نہیں دیکھنا چاہتی۔ اسے فارغ کرو' پلیز۔''

''وہ اچھا کام کر رہی ہے' میں اسے کیوں فارغ کروں؟''

''کل تک تم اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اب؟''

''اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اس نے فائل نہیں چرائی تھی۔ بس!'' وہ اطمینان سے کہتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ عصرہ دھک سے رہ گئی۔ جرم سے زیادہ جرم کا کور اَپ اس کے لئے ٹک ٹک کرتا بم بن چکا تھا۔ اب وہ کیا کرے؟

☆......☆......☆

اشعر نے بھی شام کو منعقد ہونے والی اس پارٹی میں جانا تھا جہاں اس وقت تالیہ' وان فاتح اور عصرہ محمود کے ساتھ موجود تھی' لیکن ہر کوئی دبے الفاظ میں یہی کہہ رہا تھا کہ اشعر نہیں آیا' نہ آئے گا۔ جب سے اس نے کاغذاتِ نامزدگی جمع کروائے تھے' وہ کھل کے فاتح سے کنارہ کشی اختیار کر رہا تھا۔

پارٹی ایک ریستوران کے ٹیرس پہ منعقد کی گئی تھی۔ یہاں ہر شام کنسرٹ ہوتے' کبھی آرٹ کی نمائش لگتی' کبھی شادیاں ہوتیں۔ یہ کے ایل کا ایک ایلیٹ ریستوران تھا۔ ٹیرس پہ دور دور تک کرسیاں میزیں لگی تھیں۔ اوپر آسمان نظر آ رہا تھا اور ریلنگ سے جھانکو تو نیچے بہتا ٹریفک دکھائی دیتا تھا۔

وہ اس وقت دونوں ہاتھ ریلنگ پہ رکھے گردن اٹھائے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ گردن پوری اٹھانے سے سنہرے بالوں کی پونی پیچھے سے نیچے جھک گئی تھی۔

''تم موقع کی مناسبت سے تیار نہیں ہوئیں۔'' عصرہ کی آواز پہ وہ چونک کے پلٹی تو دیکھا' عصرہ تنقیدی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو ٹائیٹس پہ گھٹنوں تک آتا سفید فراک پہنے' کندھے پہ بیگ لئے سادہ سی کھڑی تھی۔ خود عصرہ نے روایتی باجو کرنگ پہن رکھا تھا اور بالوں کو جوڑے میں باندھ کے کانوں سے ہیرے لٹکا رکھے تھے۔

''میں اپنا مقام نہیں بھولتی' مسز عصرہ....'' وہ بظاہر مسکرا کے بولی البتہ عصرہ کا طنز اسے چبھا تھا۔ ''میں یہاں ایک باڈی وومن ہوں' مہمان نہیں۔ میرا کام صرف فاتح صاحب کی زندگی کو ترتیب سے رکھنا ہے۔''

''گڈ۔'' عصرہ نے رکھائی انداز میں شانے اچکائے' پھر مڑ کے فاتح کو دیکھا جو قریب کھڑا کسی سے مسکراتے ہوئے بات کر رہا تھا

۔اسی اثناء میں دوسری طرف کھڑی کچھ لڑکیوں اور لڑکوں پہ عصرہ کی نظر پڑی جو فاتح کو دیکھ کے سرگوشیوں میں دبی دبی پرجوش ہنسی کے ساتھ بات کر رہے تھے۔

''سنو' تالیہ۔'' عصرہ نے تحکم سے ابرو سے اشارہ کیا۔''گیدرنگ میں تمہارا کام فاتح کو ان غیر ضروری جھنجھٹوں سے محفوظ رکھنا ہے تا کہ وہ آرام سے اپنے دوستوں سے ملاقات کر سکے۔ رائٹ؟'' حکم دے کر وہ آگے بڑھی۔ اسی پل فاتح دوست سے بات ختم کر کے ان کی طرف پلٹا تھا۔

''کیوں؟''

تالیہ کے 'کیوں' پہ جہاں عصرہ بے یقینی سے مڑی' وہاں وہ جو ان کی طرف آ رہا تھا' ٹھہر کے اسے دیکھنے لگا۔

''کیا مطلب کیوں؟ یہ تمہارا کام ہے۔'' عصرہ نے بگڑ کے ابرو چڑھائے۔

''نہیں مسز عصرہ' یہ میرا کام نہیں ہے۔ میں پرسنل ایڈ ہوں' کنیز نہیں۔ یہ اکیسویں صدی ہے اور ذہنوں کو غلام بنانا مشکل ہے' میم ۔ اگر فاتح صاحب کو خوش آمدی پرسنل ایڈز کی عادت رہی ہے تو ان کو یہ عادت بدلنی پڑے گی۔ میرا کام ان کی سیاسی زندگی کو ترتیب میں رکھنا ہے' مگر میں فاتح صاحب کو ملائیشیاء کی عوام کو 'جھنجھٹ' کہنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ وہ اگر اس مقام پہ ہیں تو اس عوام کے ووٹ کی وجہ سے ہیں۔ یہ لوگ ان سے پیار سے ملنے آئے ہیں اور ایک باڈی وومن کی حیثیت سے میرا فرض ان کو روکنا نہیں' بلکہ یہ ہے۔''

سادگی اور سکون سے کہہ کے اس نے اپنی سیاہ زنبیل سے ایک سیلفی اسٹک نکالی' عصرہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے موبائل کھٹ سے اسٹک میں لگایا اور مسکرا کے اس گروپ کی طرف مڑی جو چند قدم دور تھا اور جوش اور ہچکچاہٹ سے پرے کھڑا تھا۔

''صرف ایک تصویر!'' وان فاتح کی باڈی وومن مسکرا کے گروپ کو کہہ رہی تھی اور جہاں عصرہ ہکا بکا کھڑی رہ گئی اور فاتح بالکل ٹھہر کے اسے دیکھنے لگا' وہاں گروپ کے لڑکے لڑکیوں کے چہروں پہ بے یقینی بھری خوشی پھیلی۔ وہ دوڑ کے اس طرف آئے۔

عصرہ اور فاتح میکانکی انداز میں ساتھ ساتھ ہوئے۔ چہروں پہ خود بخود مسکراہٹیں طاری کر لیں۔ لڑکے لڑکیاں دائیں بائیں کھڑے ہو گئے اور تالیہ ان دونوں کے آگے آ گئی۔

''سمائل ایوری ون۔'' وہ اب سیلفی اسٹک بلند کیے مسکرا کے تصاویر یں اتار رہی تھی۔ تصویریں کھنچوا کے لوگ ہاتھ ملاتے اور ہٹ جاتے ۔ دونوں میاں بیوی مسکرا مسکرا کے تصاویر کھنچوا رہے تھے۔

پارٹی میں دیگر مہمان مڑ مڑ کے ان کو دیکھ رہے تھے۔ وہاں رش سا لگ گیا تھا۔ آخری شخص ہٹا تو تالیہ نے اسٹک نیچے کر لی اور خوش اخلاقی سے بولی۔''آپ کو تصاویر ہمارے فیس بک پیج سے مل جائیں گی۔ ایکسکیوز اس ناؤ۔'' اور ساتھ ہی مڑ کے ان دونوں کو آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ فاتح نے ہجوم کو مسکرا کے ہاتھ ہلایا اور مڑ گیا۔ عصرہ نے مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں مگر چہرے پہ جبری مسکراہٹ تھی۔ رش ادب سے

چھٹ گیا اور وہ تینوں محفوظ گوشے کی طرف چلے آئے۔

وہ ایک دفعہ پھر سے ریلنگ پہ ہاتھ رکھے جھک کے نیچے دیکھنے لگی جب تھوڑی دیر بعد وہ اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ ”آئی ایم سوری‘ تاشہ!“

وہ چونک کے سیدھی ہوئی۔ فاتح گلاس تھامے اس کو افسوس سے دیکھ رہا تھا۔ سیاہ کوٹ سے جھلکتی سفید کالر والی شرٹ... ماتھے پہ سلیقے سے جمے بال... وہ اس کرتے پاجامے والے غلام سے کس قدر مختلف تھا.... تالیہ کی نظریں اس کی آنکھوں پہ جم گئیں۔

”کیوں‘ سر؟“

”میں نے تم پہ اس فائل کے لئے شک کیا۔ مجھے معلوم ہے تم نے وہ نہیں چرائی تھی۔“

ڈھیر سارے آنسو ایک دم اس کے حلق میں جمع ہوئے‘ مگر وہ خشک آنکھوں سے مسکرائی۔ ”کیا معلوم واقعی چرائی ہو۔“

فاتح نے مسکرا کے شانے اچکائے اور گلاس سے گھونٹ بھرا‘ پھر ناپسندیدگی سے چپ چاپ گلاس واپس رکھ دیا۔ اس کی ذائقے کی حس متاثر ہو چکی تھی۔ پتہ نہیں کیوں۔

”آپ چاہتے ہیں میں وہ گھر خرید لوں؟“

”میں نے ایسا کب کہا؟“ وہ انجان بن گیا۔ تالیہ چند لمحے اس کی آنکھوں کو دیکھتی رہی۔

”آپ کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے اس وقت‘ سر؟“

”مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے‘ اللہ کا شکر ہے۔“ وہ ازلی بے نیازی سے مسکرا کے بولا۔ دونوں ریلنگ کے ساتھ آمنے سامنے کھڑے تھے اور نیچے دور تک بہتا روشن ٹریفک نظر آ رہا تھا۔

”آپ کو فنڈز چاہیئے ہیں‘ ہے نا۔“ وہ بنا پلک جھپکے اس کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ ”اگر میں آپ کا یہ مسئلہ حل کر دوں تو مجھے کیا ملے گا؟“

”تمہارا مطلب ہے تم میرا گھر بکوا سکتی ہو؟“

”میرا مطلب ہے کہ میں آپ کو وہاں سے پیسے دلوا سکتی ہوں جہاں سے آپ نے گمان بھی نہ کیا ہو تو کیا آپ میری ایک بات مانیں گے؟“

”وہ کیا؟“

”وہ بات میں آپ کو تب بتاؤں گی جب میں فنڈز کا چیک آپ کے ہاتھ میں تھماؤں گی۔“ پھر توقف سے بولی۔ ”چیئر مین صاحب!“

”چیئر مین صاحب؟“ فاتح نے ابرو اٹھا کے اسے دیکھا۔ ”یہ قبل از وقت ہے‘ لڑکی!“

”مجھے کبھی کسی نے کہا تھا کہ جو ہمیں معلوم ہوتا ہے وہ ہماری جان بچاتا ہے‘ اور مجھے بہت کچھ کرنا آتا ہے۔ پہلی چیز ہے مثبت

سوچ۔ چیئر مین صاحب۔'' پھر گھڑی دیکھی۔ ''اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں گھر چلی جاؤں؟ مجھے کچھ کام کرنے ہیں۔''

''پارٹی ویسے بھی ختم ہونے والی ہے۔''

''جی مگر آپ کا گھر دوسرے کونے پہ ہے۔ ڈرائیور آپ کو ڈراپ کرے گا اور پھر میں بس پکڑوں گی تو دیر ہو جائے گی۔ اور....''

''ہم پہلے تمہیں ڈراپ کریں گے۔ سمپل۔'' وہ قطعی انداز میں کہہ کے مڑ گیا۔ اسے کوئی بلا رہا تھا۔ وہ اداس مسکراہٹ کے ساتھ اسے جاتے دیکھتی رہی۔ اس کا رویہ بدلنے لگا تھا۔ تالیہ کی ''ایمانداری'' کا یقین ہو جانا سب کچھ بدل رہا تھا۔ اور اگر اس کو یہ پتہ چلے کہ وہی حالم ہے تو وہ کیسا ری ایکٹ کرے گا؟ وہ جتنی کوشش کرتی' اس کے راز اور جھوٹ پھر کسی کونے سے نکل کے اس کے سامنے آ کھڑے ہوتے تھے۔

☆......☆......☆

عثمان کار چلا رہا تھا۔ وہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی تھی اور وہ دونوں میاں بیوی پیچھے تھے۔ فاتح بے نیازی سے باہر دیکھ رہا تھا البتہ عصرہ کو رہ رہ کے غصہ آ رہا تھا۔

''یہ سیلفیز والی حرکت غیر دانشمندانہ تھی' تالیہ۔ ہجوم آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتا ہے۔ فاتح کی یہ سیکیورٹی کے لئے بھی غیر مناسب تھا۔'' بالآخر وہ تنبیہہ کرتے ہوئے بولی۔ ''آج تو ہو گیا مگر کوشش کرنا کہ آئندہ....''

''ہم ٹوئیٹر پہ ٹرینڈ کر رہے ہیں۔ نمبر ٹو پہ....'' تالیہ نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی۔ موبائل چہرے کے سامنے کیے جوش سے اطلاع دی۔ فاتح نے چونک کے اسے دیکھا۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ سے پیچھے بیٹھا تھا اور اس کا نیم رخ دیکھ سکتا تھا۔

''عثمان نے نوجوان کا چیئر مین کے نام سے وہ تصاویر ٹوئیٹ کی تھیں۔ اور اب وہ تمام لڑکے لڑکیاں اس Hashtag کو آگے پھیلا رہے ہیں۔ ساتھ ہی عثمان نے پارٹی ممبر شپ کے لئے لنک ڈال دیا ہے۔ پارٹی الیکشن میں یہ لوگ ووٹ ڈالیں گے نا۔''

اس نے فون فاتح کی طرف بڑھا دیا۔ فاتح نے عینک آنکھوں پہ لگائی اور مسکرا کے چمکتی اسکرین پہ انگلی پھیرنے لگا۔ پھر فون واپس کر دیا۔ تعریف توصیف کے بجائے ایک مسکراہٹ کافی تھی۔

''بس یہیں ڈراپ کر دیں مجھے۔'' اس کے گھر کا گیٹ سامنے آیا تو عثمان نے کار روکی۔ ہیڈ لائٹس نے گیٹ کو روشن کیا تو گیٹ سے نصب لیٹر باکس کے اوپر رکھی سجی ہوئی ٹوکری صاف دکھائی دی۔ تالیہ کی نظریں اس پہ رکیں تو وہ بے چین ہو کے سیدھی ہوئی۔ عصرہ نے گردن اونچی کر کے اس کا انداز دیکھا۔

''میں.... میں چلتی ہوں۔'' بیگ اٹھاتے ہوئے دروازہ کھولنے لگی' پھر رک کے مروتاً کہا۔

''آپ لوگ اندر آئیں نا' کافی پیتے ہیں ساتھ۔''

فاتح مسکرا کے نفی میں سر ہلا کے انکار کرنے ہی لگا تھا کہ.....

''شیور۔ مجھے بھی کافی کی شدید طلب ہو رہی تھی۔'' عصرہ ایک دم مسکرا کے بولی تو فاتح نے پوری گردن موڑ کے اسے دیکھا ۔آنکھوں میں تنبیہہ کی مگر بے سود۔تالیہ سنبھل کے جلدی سے بولی۔

''پلیز آئیں نا۔عثمان کار اندر لے آؤ۔'' خود وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔جلدی سے گیٹ کھولا اور پھر ٹوکری اٹھائی۔اوپر کارڈ رکھا تھا۔ایڈم کی لکھائی میں لکھا۔''وان فاتح کی طرف سے۔''

(یا اللہ ُایڈم۔تمہیں کسی کمبوڈو ڈریگن کے آگے ڈالوں گی میں۔)

جلدی سے کارڈ کے دو ٹکڑے کیے اوران کو بیگ میں پھینکا۔پھر کوکو پھل اور چاکلیٹس سے بھری ٹوکری اٹھالی۔کار اب تک اندر آ چکی تھی۔عصرہ نے کھڑکی سے اس کا کارڈ پھاڑنا غور سے دیکھا تھا۔

''اتنا خوبصورت تحفہ بھیجنے والے کا کارڈ پھاڑنا اچھی بات نہیں ہے' تالیہ۔'' وہ نیچے اترتے ہوئے خوشگوار انداز میں بولی۔فاتح نے بھی اترتے ہوئے ایک اچٹتی نظر تالیہ کی ٹوکری پہ ڈالی۔

''بھیجنے والا خود غرض ہے۔واپس آنے کی بجائے تحفے بھیجتا ہے تاکہ میں اسے بھول نہ جاؤں۔اتنا بھی بھروسہ نہیں تھا ہمارے رشتے پہ۔ہونہہ۔'' ایک تیکھی نظر فاتح پہ ڈال کے بولی۔عصرہ نے دلچسپی سے ابرو اکٹھے کیے۔''یعنی....؟''

''یہ یقیناً تاشہ کے شوہر کی طرف سے ہوں گے۔کانٹ بلیو کوئی اتنی چاکلیٹس کیسے کھا سکتا ہے۔''

وہ بھری ہوئی ٹوکری کو دیکھ کے جھرجھری لیتا دروازے کی طرف بڑھا تو عصرہ چونکی۔بے یقینی سے تالیہ کو دیکھا۔

''تمہارا شوہر بھی ہے؟''

وہ دروازے تک آئی اور اسے کھولتے ہوئے سرد مہری سے بولی۔''بالکل ہے' مسز عصرہ۔اور میرا اسے چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔بھلے کوئی کچھ بھی کر لے۔''

''تاشہ کا ہزبینڈ دوسرے ملک ہوتا ہے سفر وغیرہ پہ۔'' فاتح آگے بڑھتے ہوئے بیوی کو بتا رہا تھا۔تالیہ نے دروازہ کھولا تو سامنے لاؤنج سفید بتیوں سے جگمگا رہا تھا۔

''آ گئیں تم اس مغرور انسان کی خدمتیں کر کے؟''

''آج کسی کا دایاں ہاتھ کٹوایا شہزادی صاحبہ نے یا نہیں؟''

داتن اور ایڈم ایک ساتھ بولے تھے۔وہ دونوں بڑے صوفے پہ بیٹھے تھے۔لیپ ٹاپ سامنے رکھا تھا اور ایک بڑا سا کیک آدھا کھایا پڑا تھا۔

تالیہ نے ان کو بری طرح گھورا اور سامنے سے ہٹی۔پیچھے سے فاتح' عصرہ اور عثمان اندر داخل ہوئے تو جہاں داتن کا چمچ پلیٹ

میں آ گرا' وہیں ایڈم ہکا بکا سا کھڑا ہوا۔

''ایڈم؟ تم یہاں؟'' ان تینوں کو جھٹکا لگا تھا۔ ایڈم کی زبان جیسے گم ہوگئی۔ ٹکر ٹکر ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

''یہ لیانہ صابری ہیں' میری دوست۔ اور ایڈم سے میری حال ہی میں بہت اچھی دوستی ہوئی ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ ایڈم اور لیانہ میرے گھر کے ری ڈیکور کے لئے کام کررہے ہیں۔ اسی لئے میں آج جلدی گھر آنا چاہتی تھی تاکہ شاپنگ لِسٹ فائنل کردوں۔'' وہ جلدی جلدی بتاتی آگے آئی اور ٹھک سے لیپ ٹاپ فولڈ کیا۔ کاغذات اکٹھے کرکے داتن کو تھمائے۔

''مہمانوں کے لئے جگہ صاف کرو۔'' بظاہر مسکرا کے کہا۔ داتن نے جلدی سے سلام کیا اور سارے کاغذات جو فاتح کی اس رات کی نقل وحرکت کے پرنٹ آؤٹس تھے' سمیٹ کے اٹھ گئی۔

''سو ایڈم اور تم اچھے دوست ہو۔ ہوں۔'' کچھ دیر بعد بڑے صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ جما کے بیٹھے فاتح نے باری باری دلچسپی سے دونوں کو دیکھ کے پوچھا۔

عثمان بھی گاہے بگاہے ایک چبھتی ہوئی نظر ایڈم پہ ڈالتا تھا۔ وہ شرمایا گھبرایا ہوا کم اعتماد لڑکا نہیں لگ رہا تھا جو پچھلے ماہ وان فاتح کا باڈی مین بننے آیا تھا۔ یہ تو ایک اچھا لباس پہنے' پُراعتماد اور پرسکون سا نوجوان لگتا تھا۔

''جی۔ مسز عصرہ کا شکریہ کہ انہوں نے مجھے ایڈم سے متعارف کروایا۔'' تالیہ سامنے والے صوفے پہ بیٹھی تھی۔ ایڈم قریب تھا۔ بس جبری مسکرا کے وضاحت دینے لگی۔ عصرہ کے لئے مزید خود کو روکنا مشکل تھا۔ دلچسپی سے پوچھنے لگی۔

''تو تمہارا شوہر.... اس کی بات کرتے ہیں۔''

کچن میں کھڑی داتن نے گردن گھما کے اور ایڈم نے پوری آنکھیں نکال کے تالیہ کو دیکھا۔

''جی پوچھیئے؟'' تالیہ عصرہ کو دیکھ رہی تھی جو تھوڑی تلے بند مٹھی جمائے دلچسپی سے مسکرا رہی تھی۔

''تمہارا شوہر کہاں ہے؟''

''جیل میں۔''

''قید میں۔''

داتن اور ایڈم ایک ساتھ بولے تھے۔ داتن تو زیرِ لب بولی مگر ایڈم کا ٹھنڈا سانس لے کر فاتح کو دیکھ کے ''قید میں'' کہنا سب کو سنائی دیا۔

''قید میں؟'' فاتح نے ابرو اٹھایا۔

''شادی سے بڑی قید کیا ہوسکتی ہے بھلا؟'' تالیہ دانت پہ دانت جما کے جبراً مسکرائی۔

''شادی قید تو نہیں ہوتی۔تم ایسا کیوں سمجھتی ہو؟'' وہ حیران ہوا۔پھر نظر گھما کے کونے میں رکھی کوکو پھل کی ٹوکری کو دیکھا۔''تو کیا وہ واپس نہیں آئے گا؟'' وہ واقعی اپنی باڈی وومن کی سادی کے لیے فکرمند ہوا۔

''بھلا دینے والوں کی واپسی مشکل ہے' سر!'' ایڈم نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''میں کافی لاتی ہوں۔'' تالیہ جلدی سے کہہ کے اٹھی۔ایڈم کو تادیبی نظروں سے گھورا بھی سہی مگر وہ اسی سادگی سے ان دونوں کو دیکھ کے کہہ رہا تھا۔

''چے تالیہ کا شوہر ہر ہفتے ان کو چاکلیٹس سے بھری ٹوکری بھیجتا ہے۔مگر خود واپس آنے سے انکاری ہے۔آپ ایسے شخص کو کیا کہیں گے۔''

''شاید مجبور!'' فاتح نے محتاط انداز میں شانے اچکائے۔''کسی کے بارے میں یوں ججمنٹ پاس کرنا اچھا نہیں لگتا ویسے۔''

وہ کچن میں آئی اور جلدی جلدی چولہے پہ پانی رکھنے لگی۔داتن اس کے قریب کھسکی اور سرگوشی کی۔''یہ کیا کہہ رہا ہے؟''

''اگنور کرو۔'' وہ نظر ملائے بغیر تیز تیز کام کر رہی تھی۔

''سر مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔'' ایڈم نے بات کا رخ بدلا۔صوفے کی پشت پہ بازو پھیلائے بیٹھے فاتح نے حوصلہ افزاء انداز میں سر کو خم دیا۔''پوچھو۔''

''آپ اپنے ملاکہ والے گھر میں کم ہی رہتے ہیں۔''

''کم؟ ہم تو سال میں دو چار دفعہ ہی وہاں جاتے ہیں۔'' عصرہ نے شانے اچکائے۔نظریں کچن میں کھڑی تالیہ پہ جمی تھیں۔

''آپ نے اس سے پہلے کبھی یہ گھر کسی کو کرایے پہ دیا تھا؟''

''کرایے پہ؟ نہیں۔'' فاتح مختصراً بولا تو عصرہ نے چونک کے اسے دیکھا۔

''اپنے اس برڈ واچر دوست کو تو دیا تھا پچھلے سرما میں۔بھول گئے؟''

''وہ کرایے پہ تھوڑی تھا۔چند دن کے لئے چھٹیاں گزارنے آیا تھا وہ۔'' فاتح نے فوراً کہا تو ایڈم نے چونک کے اسے دیکھا۔

''برڈ واچر؟''

''ہاں۔تمہارے فاتح صاحب کا ایک دوست تھا۔پورا مہینہ رہا تھا دسمبر میں۔سارا دن پینٹنگ کرتا تھا یا آسمان پہ خوردبین سے پرندے دیکھتا تھا۔'' عصرہ بولے جا رہی تھی تو فاتح نے پہلو بدلا۔

''ایڈم اس روز اشعر کی پارٹی کے بعد تاشہ کی کار ہمارے گھر سے کون لینے آیا تھا؟''

عصرہ کو ایک دم سانپ سونگھ گیا۔ٹرے میں پرچ پیالیاں رکھتی تالیہ کے ہاتھ میں کانچ ٹکرائے۔ایڈم نے ایک نظر عصرہ کو دیکھا

جس کی آنکھوں میں ملے جلے تاثرات ابھرے تھے۔اس نے ایڈم کو منع کیا تھا کہ وہ فاتح کو نہیں بتائے گا

''میں لایا تھا۔مسز عصرہ کو بتایا تھا میں نے۔ان سے با قاعدہ اجازت لی تھی شاید۔ بلکہ میم کو میرا چے تالیہ کے لئے یہ کام کرنا اچھا لگا تھا اوراس کام کے انہوں نے مجھے زائد پیسے بھی دیے تھے تنخواہ کے علاوہ۔کیوں' سر؟ کوئی خاص وجہ ہے کیا؟'' معصومیت سے ایڈم بن محمد نے سب اگل دیا۔

عصرہ بدقت خود کو سنبھالے بیٹھی رہی۔ فاتح کا چہرہ بھی بظاہر بالکل پرسکون تھا۔اس نے بس مسکرا کے سر کو خم دے دیا۔لاؤنج میں خاموشی چھا گئی۔

تالیہ جلدی سے ٹرے میں بھاپ اڑاتی پیالیاں رکھے لے آئی۔میز پہ ٹرے رکھی اور چائے دان کو پہلے کپ میں انڈیلا۔

''یہ کافی تو نہیں ہے۔''عصرہ نے دھار کا رنگ دیکھ کے ذرا نخوت سے کہا۔ بظاہر پچھلے موضوع کو بدلا۔

''یہ کافی سے اچھی ہے' مسز عصرہ۔''عصرہ اور عثمان کو ان کے کپ پکڑائے۔پھر فاتح کے سامنے آئی اور چینک سے اس کے کپ میں قہوہ انڈیلنے لگی۔ چینک اونچی کر لی۔سبز بھوری دھار سی لمبی ہو کے کپ میں گرنے لگی۔وہ مہک' وہ دھار گرنے کا انداز' وان فاتح یک ٹک اس دھار کو دیکھے گیا۔

''سوری تالیہ مگر اس میں تو کوئی ذائقہ ہی نہیں ہے۔''عصرہ نے گھونٹ بھر کے پیالی رکھ دی۔

مگر وہ صرف فاتح کو دیکھ رہی تھی۔اس نے پیالی اٹھائی۔ پرچ پیالی کی کانچ آپس میں ٹکرائی۔ ماضی کی یادیں اس کے سامنے اردگرد بکھرنے لگیں مگر وان فاتح کے دماغ کی سلیٹ صاف تھی۔بس کپ لبوں سے لگایا۔ چند گھونٹ بھرے۔

''یہ کون سی چائے ہے؟''اسے جیسے خوشگوار حیرت نے آن لیا تھا۔

''یہ ان پتوں کی چائے ہے جو قدیم چین میں پائے جاتے تھے۔ان کا ذائقہ چند صدیوں پہلے کے پتوں جیسا تو نہیں ہے مگر میں نے ان کو اپنے لان میں اگایا ہے۔کوئی کھاد نہیں ڈالتی۔ یہ بالکل آرگینک طریقے سے بڑے ہو رہے ہیں۔آپ کو اچھی لگی چائے' چیئرمین۔''

''ہوں۔مختلف ہے۔''وہ گھونٹ در گھونٹ پی رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ذہن کے کسی خانے پہ وہ مہک اور ذائقہ دستک دے رہا ہو مگر اندھیرا اتنا تھا کہ کوئی دروازہ دکھائی نہ دیتا تھا۔

وہ لوگ جس وقت رخصت ہوئے' تالیہ نے گھر کا دروازہ بند کیا اور آندھی طوفان کی طرح ان دونوں کی طرف آئی۔

''تم نے وہ ٹوکری میرے گھر کے باہر رکھ دی؟ کیوں؟ اور عصرہ پہ شک کیوں دلوایا ان کو؟''

''اور آپ کب تک ان سے چھپاتی رہیں گی کہ ان کی بیوی ان کو دھوکہ دے رہی ہے۔''

''میں ان کی کسی لڑائی کی وجہ نہیں بننا چاہتی۔تم نے وہ ٹوکری کیوں وہاں رکھی؟''

''کیونکہ ان کا حکم تھا کہ اس کو آپ کے دروازے پہ رکھنا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ انہیں ساتھ لے آئیں گی۔''

''ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ تم اس کے ساتھ اپنی تصاویر ٹوئیٹ کر رہی ہوگی۔'' ان دونوں کے درمیان داتن نے بھی غصے سے مداخلت کی۔

''میں ان کی باڈی وومن ہوں۔ میں ٹی وی اور اخبارات میں ان کے ساتھ نظر آؤں گی تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے۔'' وہ غصے میں چلائی تھی۔

''اور تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے تالیہ کہ تم نے اسی شہر میں بیسیوں اسکام کیے ہیں۔کوئی نہ کوئی تمہیں پہچان جائے گا۔کسی ویٹرس' کسی ملازمہ' کسی ریسپشنسٹ کے روپ میں۔''

''مجھے پرواہ نہیں ہے۔ جب میں نے راستہ درست کر لیا ہے تو کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔'' وہ تلخی سے بولی' پھر پرس سے ایک موبائل اور گھڑی نکال کے میز پہ رکھی۔

''اگر تم دونوں نے اپنی جرح مکمل کر لی ہو تو اس واچ پہ کام کرو۔اس کا جی پی ایس ڈیٹا نکالو اور معلوم کرو کہ وہ اس رات کہاں گیا تھا۔'' برہمی سے کہتی اس نے لیپ ٹاپ کھولا اور صوفے پہ بیٹھی۔وہ دونوں خاموشی سے اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

''آپ ماشاءاللہ ان کا موبائل بھی چرا لائیں۔''

''اس کی جگہ ایک خراب بیٹری کا ہو بہو یہی موبائل رکھ دیا ہے۔صبح تک فاتح صاحب کو موبائل بدلے جانے کا علم نہیں ہوگا۔صبح اصلی موبائل واپس رکھ دوں گی۔'' پھر تفتیشی نظروں سے ایڈم کو دیکھا۔''اور یہ تم سن باؤ کے گھر کا کیوں پوچھ رہے تھے۔''

''کیونکہ اس گھر میں کچھ ہے جو صحیح نہیں ہے۔شاید تیسرا خزانہ ہے جو....''

''سٹاپ اِٹ' ایڈم۔'' اس نے غصے سے ٹوکا۔''کوئی خزانہ نہیں ہے وہاں۔ میں نے کم اپنی زندگی خراب کی ہے خزانے کے پیچھے جو تم بھی اسی لالچ میں پڑ گئے ہو؟ میں وہ گھر ان کو واپس کر رہی ہوں۔''

ایڈم اس بات پہ پریشان ہو گیا۔

''اچھا کل آپ کی چھٹی ہے ہم دونوں ملاکہ جاتے ہیں۔آپ اس رات کا سراغ لگانا اور میں خزانے کا۔اگر میں کل ناکام ہو گیا تو ٹھیک ورنہ آپ وہ گھر ان کو ابھی واپس نہیں کریں گی۔''

اس نے گھور کے ایڈم کو دیکھا۔''ایک دن....صرف ایک دن ہے تمہارے پاس۔جو کرنا ہے کر لو۔''

داتن خاموشی سے کی بورڈ پہ انگلیاں چلاتی رہی۔وہ دونوں اپنی باتوں میں بھول جاتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ ہے اور ان کے کسی

خاص راز سے ناواقف ہے۔

''یہ رہا وان فاتح کا روٹ۔'' داتن نے اسکرین سامنے کی۔'' وہ پولیس اسٹیشن سے نکل کے پیدل چلنے لگا۔ وہ ان گلیوں کو عبور کر کے اس گلی کے اس گھر میں گیا۔ کافی دیر وہ یہاں رہا' پھر وہ باہر نکلا اور....'' اسکرین پہ بنے نقشے پہ سرخ لکیر بنی آ رہی تھی۔ داتن انگلی اس لکیر پہ پھیرتی بولے جا رہی تھی۔'' پھر وہ سڑک کنارے اس جگہ پہ رکا۔ یہاں ٹیلی فون بوتھ ہے شاید۔ میں اس جگہ کو پہچانتی ہوں۔ اس نے کوئی کال کی۔''

''عثمان کو کال کی تھی انہوں نے۔'' ایڈم تیزی سے بولا۔'' عثمان نے ذکر کیا تھا کہ اس رات فاتح صاحب نے اسے کال کر کے مجھے پیسے بھیجنے کو کہا تھا۔''

''کس چیز کے پیسے؟'' داتن نے سوچتے ہوئے اسے دیکھا۔ ایڈم چپ رہا۔ بس ایک نظر کو پھل کی ٹوکری پہ ڈالی۔

''یہ گھر....'' تالیہ نے اس گھر پہ انگلی رکھی۔'' مجھے اس گھر جانا ہے۔'' وہ سوچتے ہوئے ایک عزم سے بولی تھی۔ بہت سے سوالوں کے جواب ملنے والے تھے۔

☆......☆......☆

گھر آتے ہی فاتح سنجیدہ چہرے کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھ گیا تو عصرہ کا دل بری طرح دھڑکا مگر پھر بڑے حوصلے سے گردن کڑا کے پیچھے آئی۔

''تمہیں کیا ہوا؟'' بظاہر لاعلمی سے پوچھا۔

''تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا؟ تاشہ کار پک کرنے نہیں آئی تھی اور تم جانتی تھیں۔'' وہ دونوں ہاتھ پہلوؤں پہ جمائے سامنے کھڑا اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''تا کہ تم میرے بھائی پہ الزام نہ لگاؤ۔ اگر میں تالیہ پہ شک نہ کرتی تو تم فوراً سارا ملبہ میرے بھائی پہ گرا دیتے۔''

''وہ تو میں نے تب بھی گرا دیا تھا۔ تم چپ ہو گئی تھیں۔ نہیں' عصرہ!'' وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ ماتھے پہ بل پڑے تھے اور رنگت سرخ ہو رہی تھی۔'' تم نے مجھ سے غلط بیانی کی۔ تم اپنے کسی ملازم کو بچا رہی تھیں؟ یا شاید...'' وہ جیسے چونکا۔'' شاید خود کو...''

''فاتح اتنا بڑا ایشو ہے نہیں جتنا تم اس کو بنا رہے ہو۔'' وہ چیخ پڑی۔'' ایک فائل ہی تو تھی۔''

''فائل نہیں تھی۔ وفاداری تھی۔ سچ تھا۔ عصرہ خدا کی قسم اگر مجھے کبھی علم ہوا کہ تمہارا اس میں کوئی ہاتھ ہے' تو....''

''تو کیا؟ کیا کرو گے تم' ہاں؟'' وہ غصے سے بولی۔ سارے خوف' خدشے زائل ہو گئے اور اس نے گویا سینہ تان لیا۔

''دی تھی میں نے وہ فائل اشعر کو۔ خود دی تھی میں نے تا کہ تم اس گھر کو جسے میں نے اتنے پیار سے سجایا تھا' یوں نہ بیچو۔ تم جب سادہ طریقے سے میری بات نہیں سن رہے تھے تو مجھے یہی طریقہ استعمال کرنا پڑا۔ ہاں دیا ہے میں نے تمہیں دھوکہ لیکن صرف تمہاری محبت

میں۔کیا کرو گے تم' ہاں؟ چھوڑ دو گے مجھے؟ وہ تو تم تب سے چھوڑ چکے ہو جب سے آریانہ کھوئی ہے۔میری بیٹی کے ساتھ ہماری شادی بھی کہیں کھوگئی ہے' فاتح۔تم بھی کھو گئے ہو۔'' آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔غصے سے بولتے بولتے ایک دم وہ رو پڑی۔

وہ بالکل سن کھڑا صدمے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''تم اتنی ناخوش ہو میرے کام سے؟'' وہ افسوس سے کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا۔دکھ اتنا شدید تھا کہ دل کٹ گیا تھا۔

''جب تم میری ہر بات اور دلیل سننے کے دروازے ہی بند کر دو گے فاتح تو بتاؤ تمہارے گھر والے کہاں جائیں؟ ہم کس سے فریاد کریں؟ میری ایک بیٹی کو تمہاری سیاست نے مار دیا۔میرے باقی بچوں کو خطرے میں مت ڈالو' یہ فقرہ بار بار سن کے بھی تم نظر انداز کر دیتے ہو کیونکہ تم کسی سے نہیں ڈرتے۔مگر واللہ میں ڈرتی ہوں۔اور میں تمہیں یہ الیکشن نہیں لڑنے دوں گی' یاد رکھنا۔'' اس نے تنفر سے فاتح کو دیکھتے ہوئے مٹھیوں سے آنسو رگڑے اور پیر پٹختی باہر نکل گئی۔

وان فاتح کی رنگت بالکل سفید ہو گئی تھی۔دکھ اور صدمہ بہت شدید تھا۔وہ چپ چاپ باہر آیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔اوپر زینوں کے سرے پہ آریانہ اپنا سفید فراک پھیلائے بیٹھی تھی۔اسے اوپر آتے دیکھ کے بولی۔

''آپ کو ہمیشہ سے ماما پہ شک تھا' ہے نا؟ تالیہ کو صرف اس لئے الزام دیتے تھے کیونکہ آپ یہ ماننا نہیں چاہتے تھے کہ آپ کی اپنی بیوی ایسا کر سکتی ہے۔اب آپ اس شادی میں کیسے رہیں گے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ آپ سے یوں خیانت کر سکتی ہیں۔''

''تمہیں آریانہ یوں جانا نہیں چاہیے تھا۔وہ درست کہتی ہے۔تمہارے ساتھ ہمارا رشتہ بھی کہیں کھو سا گیا ہے۔''

وہ سوگواریت سے کہتا زینے چڑھتے گیا۔وہ اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔آریانہ سے بھی نہیں۔

☆......☆......☆

جدید ملاکہ میں رات پھر بارش ہوئی تھی جس کی وجہ سے صبح سارا شہر دھلا دھلا یا سا کھڑا تھا۔سڑکیں گیلی تھیں اور درختوں کے پتے قطروں سے جگمگا رہے تھے۔ایسے میں تالیہ اس سہانی صبح ایک سڑک کنارے چلتی جا رہی تھی۔لمبی اسکرٹ پہ سفید منی کوٹ پہنے' بالوں پہ ترچھا ہیٹ جمائے' وہ موبائل پہ جی پی ایس کے بتائے رستے کا تعاقب کرتی احتیاط سے قدم بڑھا رہی تھی۔

وان فاتح کا اس رات کا سارا روٹ اس کے سامنے تھا۔سفر اپنے اختتام کو تھا۔

ایڈم کو اس نے سن باؤ والے گھر میں چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ ابھی تک ان تاروں کے پیچھے لگا ہوا تھا اور خود تنہا یہاں آئی تھی۔داتن کے ایل میں ہی تھی۔تالیہ نے گزشتہ رات اسے ایک نیا کام تھما دیا تھا۔

''تم نے Oppo Research کرنی ہے' میری موٹی دوست!''

''یعنی کہ مخالف امیدوار کی تحقیق کروانی ہے؟'' داتن نے پھر سے پوچھا۔

''ہاں' داتن۔ جب بھی کوئی الیکشن شروع ہوتا ہے تو سب سے پہلے مخالف امیدوار کی ریسرچ ہی کی جاتی ہے۔ کوئی اسکینڈل' کوئی جرم' کچھ بھی ایسا ڈھونڈنا ہوتا ہے جو اس کے خلاف استعمال کیا جا سکے۔ لیکن عثمان اور پوری کیمپئن ٹیم پہلے ہی فاتح کے مخالف امیدواروں پہ ریسرچ میں لگا ہوا ہے۔ اس لئے ہم ان کے اوپر ریسرچ نہیں کریں گے۔''

''تو پھر کس پہ کریں گے؟'' داتن نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ شہزادی تاشہ ایک ناز سے مسکرائی تھی۔

''اس پہ جس پہ دوسرے سارے امیدوار ریسرچ کر رہے ہوں گے۔ یعنی وان فاتح بن رامزل پہ۔''

''تالیہ تم اپنے ہی امیدوار کے راز ڈھونڈنا چاہتی ہو؟'' داتن کو جیسے صدمہ ہوا۔

''صرف اس لئے کہ اگر میں ڈھونڈ سکتی ہوں تو کوئی اور بھی ڈھونڈ سکتا ہے' اور اگر دوسروں کو وہ راز مل جائیں تو ہم ان کا مقابلہ کیسے کریں گے؟ فاتح کے فنانشل ریکارڈز' اسکینڈلز' دوست وغیرہ سب کی چھان بین کرو اور جو بھی ملے مجھے بتاؤ۔ دوسرے امیدواروں کے ریسرچرز اور تم میں فرق ہے' داتن۔ اگر وان فاتح کا کوئی مجرمانہ راز ہے تو صرف تم اس کو ڈھونڈ سکتی ہو۔ کیونکہ...''

وہ مسکرا کے بولی۔ ''It Takes a thief to catch a thief''

داتن نے بس افسوس سے اس کی ہٹ دھرمی کو دیکھا۔ تعمیل اس کی مجبوری تھی۔ دوستوں کی محبت کبھی کبھی انسان کو خود اپنی حدود کو آزمانے پہ مجبور کر دیتی ہے۔

اور اب تالیہ وہاں ملاکہ کی گلیوں میں جی پی ایس کو دیکھتی بھٹکتی پھر رہی تھی۔

سڑک پہ ٹریفک تیز رفتاری سے گزر رہا تھا... وہ صاف دیکھ سکتی تھی...

زیبرا کراسنگ عبور کرتے لوگوں کی دائیں بائیں مڑتی گردنیں....

ڈرائیو کرتے لوگوں کے کانوں سے لگے ہینڈز فری اور ان کے ہلتے لب....

سڑک کنارے اخبار کھولے بیٹھے معمر لوگ....

ایسے میں وہ اندر ایک گلی کی طرف مڑ گئی....

گلی آگے جا کے تنگ ہونے لگی....

اس کی دیواریں نیلی اینٹوں کی بنی تھیں....

وہ اینٹوں پہ ہاتھ پھیرتی قدم بڑھا رہی تھی....

کہیں ٹوٹا کانچ اس کے پوروں سے ٹکرایا....

کہیں کوڑے دان کے کھلے دہانے کے اندر ٹوٹا ہوا گملا رکھا نظر آیا....

اس گملے میں تین فیروزی پھول کھلے تھے....

ایک موڑ مڑی وہاں قطار میں دروازے تھے۔ چھوٹے چھوٹے مکانوں کے....

وہ حساب سے ایک کے سامنے رکی....

اور دستک دینے کو ہاتھ اس پہ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ کسی نے اسے بند کیوں نہیں کیا تھا؟

اندر چھوٹی سی راہداری تھی جس کے سرے پہ اسٹینڈ رکھا تھا۔ تالیہ نے ہیٹ اسٹینڈ پہ رکھا اور احتیاط سے اندر داخل ہوئی۔

''کوئی ہے؟ ہیلو؟'' چوکنے انداز میں پکارتی وہ قدم قدم آگے بڑھنے لگی۔ گھر خاموش تھا۔ اور پراسرار بھی۔ اس کی دیواروں میں قدیم ملاکہ کی خوشبو بسی تھی۔ لگتا تھا اس کے فرش تلے بھی صدیوں پرانے راز دفن ہوں۔ دوپہر کے باوجود وہاں روشنی خاصی مدھم تھی۔

ایک دم دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو وہ کرنٹ کھا کے مڑی۔

راہداری میں کوئی نہیں تھا۔

اور اسٹینڈ خالی تھا۔ اس کا ہیٹ وہاں نہیں تھا۔

تالیہ کا ہاتھ اپنے پرس میں رینگ گیا۔ آہستہ سے اس نے ننھا ٹیزر نکالا (ننھا سا آلہ جو کرنٹ لگا کے بے ہوش کرنے کے کام آتا ہے۔) اور اسے پکڑے آگے بڑھی۔

''کون ہو تم اور سامنے کیوں نہیں آتے؟'' اونچی آواز میں پوچھا۔ پھر ایک دیوان خانے میں داخل ہوئی تو وہ بھی سنسان پڑا تھا۔ سامنے فرشی نشست بچھی تھی۔ اور اوپر ایک شیلف میں کتابیں رکھی تھیں اور چند عجیب و غریب چیزیں۔ پتھر اور سونے سے بنے جانور۔ سیپیاں۔ موتی۔ وہ ٹرانس میں چلتی کتابوں کے شیلف تک آئی۔ وہاں قدیم جلدوں والی کتابیں سجی تھیں اور ہر دوسری پہ ''پمبورو'' لکھا نظر آتا تھا۔ جانے کتنے برسوں کی شکار بازوں پہ لکھی ساری کتب یہاں جمع کر دی گئی تھیں۔

تو کسی شکار باز کا گھر تھا۔ کیا اس زمانے میں بھی وہ تھے؟ اور اگر تھے تو فاتح وہاں اس سے ملنے کیوں آیا تھا؟ کیا اپنی یادداشت کا علاج پوچھنے؟

ہوا کے جھونکے کی جیسی آواز آئی تو وہ ایڑیوں پہ گھومی۔

خالی کمرے کے وسط میں میز پہ اس کا سفید ہیٹ رکھا تھا۔

تالیہ مراد کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑ گئی۔ اتنی خاموشی سے کون اس کا ہیٹ وہاں رکھ گیا؟

''یونو....'' وہ اونچا سا بولی۔ ''ہاتھ کی اتنی مہارت سے چیزوں کو غائب اور حاضر صرف دو لوگ کر سکتے ہیں۔ جادوگر اور چور۔ تم کیا ہو؟''

وہ خالی در و دیوار سے سوال پوچھ رہی تھی۔ لگتا تھا وہاں کوئی نہ تھا۔ سانس لینے کی آواز تک نہ آتی تھی۔

''میں دونوں ہوں، شہزادی تاشہ بنتِ مراد راجہ!''

آواز عقب سے آئی تو وہ کرنٹ کھا کے گھومی۔

بغلی دروازے کی چوکھٹ پہ وہ کھڑا تھا۔ سینے پہ ہاتھ باندھے، مسکرا رہا تھا۔ تالیہ کی ششدر نظریں اس کے ننگے پیروں سے اوپر اٹھتی گئیں۔ شب خوابی کے ٹراؤزر اور گاؤن میں سامنے بیلٹ سے گرہ لگائے، وہ چمکتی آنکھوں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ لمبے بھورے بال اور وہ چمکتی آنکھیں جن کو برسوں سے پہچانتی تھی۔

تالیہ مراد ساکت رہ گئی۔ ٹیزر آہستہ سے ہاتھ سے چھوٹا اور فرش پہ جا گرا۔

''تم... تم بھی شکار باز تھے؟ اتنے سال گزر گئے اور تم نے.... مجھے.... کبھی نہیں بتایا کہ تم شکار باز تھے۔'' وہ بے یقینی سے سامنے کھڑے شخص سے اٹک اٹک کے مخاطب تھی۔

''کیا تمہیں کبھی سمجھ نہیں آیا کہ میں تمہیں یتیم خانے میں 'شہزادی' کیوں کہا کرتا تھا، پتری تالیہ؟''

ذوالکفلی دھیرے سے بولا تھا۔ وہ ابھی تک منجمد تھی۔

☆......☆......☆

سن باؤ کے آنگن میں تازہ صبح پھیلی تھی۔ صحن اب برابر ہو چکا تھا اور اینٹیں کب کی سوکھ چکی تھیں۔ ایسے میں ایڈم بن محمد آستینیں چڑھائے تار کو باہر نکال رہا تھا۔ تار کیاری میں دبی تھی اور اب اس نے مٹی سے لتھڑے ہاتھوں سے اسے پورا نکال لیا تھا۔ پھر اس کا تعاقب کرتا وہ اس دیوار تک آیا جہاں دوسری تاروں کے ساتھ وہ بندھی تھی۔

ایک موٹی سیاہ تار بغیر مقصد کے یہاں کیوں تھی؟

ایڈم نے دستانے چڑھائے اور غور سے تمام تاروں کو الگ کرنے لگا۔ کیبل، انٹرنیٹ، بجلی، ٹیلی فون، ہر ایک کی تار الگ تھی۔ یہ تار ان میں سے کسی مقصد کے لئے استعمال نہ ہوتی تھی۔ بظاہر یہ کیبل کی موٹی سیاہ تار لگتی تھی مگر جب کیبل کی تار پہلے سے موجود تھی تو اس کا یہاں کیا کام؟

گچھے سے تاریں الگ کرنے پہ اسے نظر آیا کہ وہ موٹی تار گھر سے باہر جا رہی تھی۔ کیا وہ اس تار کا پیچھا کرے یا اسے یونہی چھوڑ دے؟ مگر نہیں۔ سن باؤ کا تیسرا خزانہ کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ وہ وقت میں سفر کر کے آیا تھا۔ وہ سلاطین کے درباروں اور محلوں کو دیکھ آیا تھا۔ وہ فیری ٹیلز کو ماننے لگا تھا۔ جو تالیہ کا یقین اگر کھو گیا تھا تو اس کا بڑھ گیا تھا۔ انہوں نے دو دفعہ اس گھر کے صحن کے رازوں کو کھوجنا چاہا تھا۔ پہلی دفعہ وقت کا خزانہ ملا اور دوسری دفعہ مجسمے تلے خالی صندوق۔ کیا وہ سب بغیر مقصد کے تھا؟ نہیں۔

وہ سب تیاری تھی یقیناً۔کسی تیسرے خزانے کی۔

ایک عزم سے اس نے دستانے اتارے اور اندر جا کے ہاتھ دھوئے۔پھر گھر سے باہر نکل آیا۔

سیاہ تار گھروں کی دیواروں سے گزرتی بجلی کے کھمبے تک جا رہی تھی۔وہ اتنی خوبصورتی سے درختوں اور دیواروں میں کیموفلاج کی گئی تھی کہ دور سے دکھائی نہ دیتی تھی۔

ایڈم پیدل چلتا اس تار کا پیچھا کرتا گیا۔وہ اگلی گلی میں داخل ہو کے اس سے بھی آگے مین روڈ پہ نکل گئی۔وہاں وہ کھمبوں سے گزرتی سڑک کے پار جاتی دکھائی دے رہی تھی۔کوئی عام تار یوں اتنی دور تک نہیں جایا کرتی۔ہر گزرتا لمحہ ایڈم کی ایکسائٹمنٹ میں اضافہ کر رہا تھا۔

سڑک عبور کر کے وہ سامنے آیا جہاں کاروباری مرکز سا بنا تھا۔ایک طرف پارک تھا اور سامنے قطار میں تین اونچے ہوٹل کھڑے تھے۔وہ تار ایک ہوٹل تک جا رہی تھی۔ایڈم تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے پیچھے چلتا آیا۔

ہوٹل کی عقبی دیوار سے گزرتی وہ پیچھے اس طرف چلی گئی جہاں کمروں کی عقبی کھڑکیاں تھیں اور اسپلٹ یونٹس لگے تھے۔ایڈم نے گردن اٹھا کے دیکھا۔وہاں تار کو مہارت سے پینٹ کر دیا گیا تھا اور وہ بالکل ڈھکی چھپی نظر آ رہی تھی۔لیکن وہ اتنا دیکھ سکتا تھا کہ وہ پانچویں منزل کے ایک کمرے کی دیوار تک جا کے غائب ہو گئی تھی۔یقیناً دیوار میں کوئی سوراخ کر کے اسے کمرے کے اندر گھسایا گیا تھا۔

تعاقب یہاں تک ختم ہو جاتا تھا۔اب آگے وہ کیا کر سکتا تھا؟ احتیاط سے کمرے کی پوزیشن نوٹ کی اور پھر ہوٹل کے اندر چلا آیا۔سنجیدہ شکل بنائے سیدھا اوپر گیا۔پانچویں منزل پہ آ کے وہ اس طرف آیا جہاں وہ کمرہ تھا۔بند دروازے پہ Do not disturb کا سائن لگا تھا۔وہ ابھی متامل سا وہاں کھڑا ہی تھا کہ سامنے ٹرالی دھکیلتے ہوئے بیرا چلا آ رہا تھا۔

"کچھ چاہیے آپ کو سر؟"

"ہاں وہ...." ایڈم گڑبڑایا۔"یہ لیانہ صابری صاحبہ کا کمرہ ہے؟" جلدی میں یہی نام ذہن میں آیا۔

"سر یہ ہوٹل کا پریزیڈینشل سوئیٹ ہے' یہاں خاص مہمان ٹھہرا کرتے ہیں اور ہم ان کی معلومات یوں نہیں دے سکتے۔"

"اوکے اوکے فائن۔مجھے شاید چوتھے فلور پہ جانا تھا۔" وہ جلدی سے کہتا تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

ہوٹل سے نکلتے ہی اس نے قدم ایک بجلی کے کام والی دکان کی طرف بڑھا دیے۔وہ آتے وقت کیاری میں دبی تار کے سرے کا ایک بالشت بھر لمبا ٹکڑا کاٹ لایا تھا۔دکان میں جاتے ہی اس نے وہ سیاہ سانپ جیسا ٹکڑا کاؤنٹر پہ رکھا۔

"یہ کس چیز کی تار ہے؟" لگی لپٹی کے بغیر پوچھا۔

"یہ کیبل کی تار ہے۔بلکہ...." سیلز مین نے الٹ پلٹ کے بغور جائزہ لیا۔"ایک منٹ۔" اس نے چاقو سے تار کو کاٹا اور اندر لگی

رنگ برنگی پتلی تاروں کو علیحدہ کیا۔

"یہ Ehternet کیبل ہے سر۔ اس کو باہر سے موٹا سیاہ خول چڑھا کے کیموفلاج کیا گیا ہے۔"

ایڈم نے گہری سانس لی۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کس چیز کی تار تھی اور وہ "برڈ واچر" (پرندے دیکھنے والا) اس تار کے ذریعے سارا سارا دن اس گھر میں بیٹھ کے کیا دیکھتا تھا۔

کم سے کم پرندے نہیں۔

"مجھے ایک ڈی وی آر ادھار پہ مل سکتا ہے؟" اس نے معصوم شکل بنا کے پوچھا تھا۔

☆......☆......☆

اس کے دونوں ہاتھ بے جان سے گود میں دھرے تھے اور وہ گھٹنے ملائے شل سی دوزانو بیٹھی تھی۔ سامنے کھڑا ذوالکفلی اس کی طرف پشت کیے دیا سلائی رگڑ رہا تھا۔

"تو آپ شکار بازوں کے سربراہ ہیں۔ اتنے برس گزر گئے اور مجھے کبھی پتہ نہیں چل سکا۔" وہ جیسے صدمے میں تھی۔

"پتہ چلنا ضروری بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنا کام کرنا تھا اور تم نے اپنا۔" دیا سلائی رگڑنے سے آگ کا بھڑکتا ہوا ننھا سا شعلہ جل اٹھا۔ ذوالکفلی جھکا اور دیوار پر نصب سیڑھیوں کی مانند اسٹینڈ کی آخری شیلف پہ رکھی موم بتی کو سلگایا۔

"آپ جانتے تھے کہ میں کون ہوں؟" اس نے گلہ آمیز نظروں سے اس کی پشت کو دیکھا۔

"تم پندرہویں صدی کے ملاکہ کی شہزادی تالیہ بنتِ مراد ہو جس نے بعد میں اپنا نام تاشہ رکھ ڈالا تھا۔"

"تاریخ کی کتابوں میں مجھے تالیہ کی بڑی بہن لکھا جاتا ہے۔ اگر آپ کو حقیقت معلوم ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ بھی وقت کے مسافر رہے ہیں۔"

"نہ صرف میں وقت کا مسافر ہوں بلکہ اپنے زمانے کے وقت کے مسافروں کی یادداشتیں میرے پاس محفوظ ہوتی ہیں۔ کیا اب ہم اس شخص کی بات کریں جس کی بات تم کرنے آئی ہو؟" وہ جھک کے ایک ایک موم بتی جلا رہا تھا۔ موم بتیاں Scented تھیں۔ دھیرے دھیرے چہار سو رسبری کی خوشبو پھیلنے لگی۔

"وان فاتح.... آپ کے پاس کیوں آیا تھا؟"

وہ سیدھا ہوا اور پھونک مار کے دیا سلائی بجھائی۔ پھر تالیہ کی طرف پلٹا اور ہلکا سا مسکرایا۔

"اپنی یادداشت کے بارے میں سوال کرنے۔"

"کیا اس کی یادداشت واپس آسکتی ہے؟" وہ بے قراری سے آگے ہوئی۔ لمحے بھر کو دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔

''میں تمہیں وہی بتاؤں گا جو اس کو بتایا تھا۔ وہ بوتل دیکھ رہی ہو؟'' ذوالکفلی نے نظریں تالیہ پہ جمائے رکھے انگلی سے شیلف کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی نگاہیں اسی طرف اٹھیں۔ وہاں شیشے کی ننھی بوتلیں رکھی تھیں۔ ان میں سفید دھوئیں جیسا مائع بھرا تھا۔

''ان میں سے پہلی والی وان فاتح کی ہے۔ اس کی یادداشت وقت کی قید میں ہے۔ جس دن اس کو تین سوالوں کا جواب مل جائے گا' یہ بوتل خالی ہو جائے گی۔''

''کون سے تین سوال؟'' وہ یک ٹک ان ننھی بوتلوں کو دیکھ رہی تھی۔

''کوئی کام کرنے کا سب سے اہم وقت کون سا ہوتا ہے؟ انسان کی زندگی میں سب سے اہم کام کون سا ہوتا ہے؟ اور انسان کی زندگی میں سب سے اہم شخص کون ہوتا ہے؟''

''یہ کیسے سوال ہوئے؟ کاموں کے مختلف وقت ہوتے ہیں' اور سب کی زندگی کے ترجیحی کام بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اور شخص....'' اس نے اچنبھے سے ذوالکفلی کو دیکھا۔ ''ہر ایک کا اہم شخص دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔''

''نہیں پتری تالیہ۔ ان سوالوں کے جواب سب کے لئے ایک ہی ہیں۔ اس کو یہ جواب معلوم تھے۔ مگر معلوم ہونا کافی نہیں۔ جس دن وہ ان کی حقیقت قبول کر لے گا' اس کی یادداشت واپس آ جائے گی۔ تم اس کی خود سے مدد کرو تو یہ الگ بات ہے' مگر وہ مدد نہیں مانگ سکتا۔ لیکن یہ جواب اس کو خود ڈھونڈنے ہوں گے۔''

''مگر میری یادداشت.... وہ کیوں ٹکڑوں میں واپس آنے لگی تھی؟ جب میں پہلی دفعہ کے ایل کے ائیر پورٹ پہ تھی تو مجھے وژن نظر آنے لگے تھے۔ مگر وہ مستقبل کے تھے۔ ماضی کے نہیں۔''

''سچے خواب دیکھنا تمہارا ذاتی گفٹ ہے۔ یہ ہر وقت کے مسافر کے پاس نہیں ہوتا۔ میرے پاس بھی نہیں ہے۔ البتہ اس کا اتنے سال بعد واپس آنا اس بات کی نشانی تھا کہ تم نے ائیر پورٹ پہ کچھ ایسا ضرور کیا تھا جس نے تمہارے دل کو کسی ایک سوال کی حقیقت سمجھا دی تھی۔ اس کی وجہ سے تمہارے دماغ پہ لگی وقت کی زنجیر کی چند کڑیاں کھل گئی تھیں۔ مگر مکمل یادداشت اس لئے واپس نہیں آئی کیونکہ تم نے باقی دو سوالوں کے جواب نہیں سمجھے۔''

''مجھے نہیں یاد اس روز میں نے کیا کیا تھا۔'' تالیہ نے جھرجھری لے کر سر جھٹکا اور دوبارہ سے شلیف پہ رکھی بوتلوں کو دیکھا۔ ''ان میں سے میری یادداشتیں کس بوتل میں محفوظ ہیں؟''

ذوالکفلی اس کو دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ ''اس سوال کا کوئی فائدہ نہیں' پتری تالیہ۔''

اس نے واپس ذوالکفلی کو دیکھا تو آنکھیں بھیگنے لگیں۔ ''کیا آپ فاتح کو بغیر جواب ڈھونڈے اس کی یادداشتیں واپس نہیں کر سکتے ہیں؟ کیا یہ سب کرنا ضروری ہے؟ میں بہت تکلیف میں ہوں۔ وہ خود تکلیف میں ہے مگر اس کو علم نہیں۔''

''ہر جادو کی قیمت ہوتی ہے جو چکانی پڑتی ہے۔''

ذوالکفلی نے نرمی سے شانے اچکا دیے۔ایک دم ہوا کا جھونکا آیا اور موم بتی بجھ گئی۔تالیہ کی امیدوں کا دیا بھی جیسے ٹھنڈا پڑ گیا تھا ۔وقت میں سفر کی قیمت بہت بھاری تھی۔

☆......☆......☆

اتوار کی صبح کے ایل کی سڑکیں چھٹی کے باعث ویران ویران لگتی تھیں۔ایسے میں سڑک کنارے ٹہلتے لوگوں میں سے ایک وان فاتح بھی تھا جو جاگنگ کر کے اب تھکا ماندا آہستہ قدموں کے ساتھ گھر کی طرف جا رہا تھا۔کانوں میں سفید ہینڈز فری لگے تھے اور ٹی شرٹ پشت سے پسینے میں بھیگی تھی۔پیشانی اور بال بھی تر تھے۔ملائیشیاء میں ویسے بھی ہوا میں نمی بہت تھی اور باہر نکلو تو ذرا دیر بعد پسینہ آنے لگتا تھا۔ وہ تو پھر جاگنگ کر کے آیا تھا۔

گھر کا گیٹ ہاتھ سے کھول کے اندر داخل ہوا تو نظریں کار کی طرف اٹھیں۔وہ روز وہاں ٹیک لگائے' جوس کی بوتل لئے کھڑی ہوتی تھی۔آج اس کی چھٹی تھی۔وہ ہلکا سا مسکرایا۔یونہی اس کی کمی محسوس ہوئی تھی۔

مگر پھر کار کی طرف اٹھی نظریں وہیں ٹھہر گئیں۔پورچ میں تین کاریں کھڑی تھیں۔تینوں مختلف پارٹی عہدیداران کی تھیں۔یعنی اتنے سارے لوگ اتوار کی صبح اس کے گھر آئے تھے؟ وہ حیرت سے ہینڈز فری کان سے کھینچتا تیز قدموں سے آگے آیا۔

اندر داخل ہوتے ہی لاؤنج سے آوازیں آتی سنائی دیں۔ڈائننگ روم کی جگہ عصرہ نے ان کو لاؤنج میں بٹھا دیا تھا؟ فاتح کے ابرو تعجب میں بھینچے۔سبک قدمی سے چلتا سامنے آیا تو دیکھا۔وہاں عصرہ اور چار پارٹی عہدیداران موجود تھے۔عصرہ بے چینی سے ٹہل رہی تھی جیسے اس کی منتظر ہو۔اسے دیکھ کے سب خاموش ہوئے اور جگہوں سے اٹھے۔

ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس' ماتھے پہ آئے بھیگے بالوں والا فاتح بن رامزل نے تعجب سے باری باری سب کو دیکھا۔

''سب ٹھیک ہے؟''

ایک صاحب نے ریموٹ اٹھایا اور خاموشی سے ٹی وی آن کر دیا۔فاتح نے چونک کے اسکرین کو دیکھا۔ملائیشیاء میں خبروں کے چینل حکومت کے ہوتے تھے اور ان پہ اپوزیشن کے لیڈرز کے خلاف خبریں پورے دھڑلے سے چلائی جاتی تھیں۔اب بھی وان فاتح کے بارے میں خبر چل رہی تھی۔

''پہلے ایک اخبار نے یہ ویڈیو لیک کی' پھر ٹی وی چینلز نے اس کو اٹھا کے چلانا شروع کر دیا۔سارا میڈیا آپ کے خلاف بول رہا ہے اس وقت۔''

فاتح رک کے خبر دیکھنے لگا۔

وہ اشعر کی پارٹی کی ویڈیو تھی۔ اور فاتح گول میز پہ بیٹھا مسکرا کے گفتگو کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''تو پھر کیا ہم بھی صوفیہ رحمٰن والے کام شروع کر دیں؟'' وہ استہزائیہ انداز میں مسکرا کے ساتھ والے دوست سے پوچھ رہا تھا۔ ''وزیرِ اعظم صاحبہ تو وہ خاتون ہیں جو کسی بھی Intellect یا achievement کے بغیر اس مقام پہ آئی ہیں۔ ایسی عورتوں کو gold digger کہا جاتا ہے۔ تم چاہتے ہو میں بھی گولڈ ڈگر بن جاؤں؟ یونو میری بیوی میرے ساتھ بیٹھی ہے۔'' محظوظ انداز میں کہنے پہ گول میز والے دوستوں نے قہقہہ لگایا۔ عصرہ اور اشعر کو بھی اس ویڈیو میں ہنستے ہوئے دیکھا جا سکتا تھا۔

لاؤنج کے سرے پہ کھڑا فاتح ایک دم ہنس پڑا۔ ''یہ کس نے بنائی؟''

عصرہ نے ٹی وی بند کیا اور تادیبی انداز میں اسے گھورا۔

''فاتح یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے۔ تم نے صوفیہ رحمٰن کو گولڈ ڈگر کہا ہے۔ اور ساتھ میں میرا بھی حوالہ دیا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ تم نے صوفیہ کے ایک امیر آدمی سے شادی پہ چوٹ کی ہے۔'' عصرہ تیز تیز بولتی سامنے آئی۔

''میں کہہ رہا تھا کہ میں بھی گولڈ ڈگر بن جاؤں یعنی ایک بیوی کو چھوڑ کے کسی اور امیر عورت سے شادی کر لوں؟ یہاں الیکشن کے فنڈز کی بات ہو رہی تھی۔ مگر لوگوں کو سیاق و سباق نہیں معلوم۔'' اس نے فوراً وضاحت دی۔ رات کی جھڑپ ایک دم دونوں بھول گئے تھے۔

''فاتح صاحب....سارا میڈیا آپ کے خلاف بول رہا ہے۔ وہ آپ کے اس کمنٹ کو mysognist کہہ رہے ہیں۔ سارے feminist سوشل میڈیا پہ ٹوئیٹس کر رہے ہیں۔ کہ آپ نے ہر مطلقہ عورت کی بے عزتی کی ہے۔'' پھر عثمان پریشانی سے بولا۔

''سر ہم بہت مشکل میں پڑ گئے ہیں۔ آپ کا امیج خراب ہو رہا ہے۔ اب ہم کیا کریں؟''

فاتح لمحے بھر کو خاموش ہوا۔ تاثرات سنجیدہ ہوئے۔ پھر قدم قدم چلتا قریب آیا۔

''ویل.....میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ بہر حال اب جو ہونا تھا ہو گیا ہے۔ مگر یہ ویڈیو بنا کے لیک کس نے کی ہے؟'' وہ معاملے کی سنگینی کا احساس کر کے سوچ میں پڑ گیا تھا۔

''سر، شاید ہم کبھی نہ جان سکیں کہ یہ کس کی حرکت تھی۔ اور اس وقت اہم صرف یہ ہے کہ ہم اس مسئلے سے کیسے نکلیں۔'' عثمان فکر مندی سے کہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے شائبہ تک نہیں ہوتا تھا کہ یہ ویڈیو اس نے خود بنائی تھی۔

وہ سب فاتح کو اسی فکر مندی سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے گہری سانس لی۔ اخبارات، چینلز، سوشل میڈیا اس کو اس وقت لعن طعن کر رہے ہوں گے، وہ احساس کر سکتا تھا۔ چند لمحے کے لئے سوچتا رہا۔

''او کے میں کپڑے بدل لوں پھر آفس میں میٹنگ بلاؤ اور پھر ہم ڈسکس کرتے ہیں کہ ڈیمیج کنٹرول کیسے کرنا ہے۔'' تحکم سے کہہ کے وہ مڑنے لگا پھر واپس گھوما اور عثمان کو مخاطب کیا۔ ''میری کافی، میری انرجی ڈرنکس...ان سب کو کون دیکھے گا؟''

عثمان گڑبڑا کے کھڑا ہوا۔

”سر....آپ کی پرسنل ایڈ نے آج چھٹی لی تھی اور....“

”تو میری پرسنل ایڈ کو بتاؤ کہ جیسے خبروں کے بننے کی چھٹی نہیں ہوتی' ویسے ہی اس کو بھی چھٹی کرنے کی لگژری نہیں ہے۔“ ذرا رکھائی سے کہہ کے مڑ گیا۔ کمرے میں ایک دم تناؤ کی سی کیفیت چھا گئی تھی۔ وہ اب تیز تیز راہداری کی طرف جاتا دکھائی دے رہا تھا اور وہ سب خاموش اور فکرمند بیٹھے لوگ ہر گزرتے پل کے ساتھ فاتح کو فکرمند ہوتے محسوس کر سکتے تھے۔

☆......☆......☆

ملاکہ کی صبح باسی ہو رہی تھی۔ دھوپ نکل آئی تھی اور حبس ہونے لگا تھا۔ وہ سرخ حویلی میں داخل ہوئی تو راہداری پار کرتے ہی برآمدے میں لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا ایڈم نظر آیا۔ اسے دیکھ کے وہ جوش سے اٹھا۔ جیسے کچھ بتانے لگا ہو' پھر اس کا تھکا تھکا چہرہ دیکھ کے رکا۔

”آپ کو ملا وہ گھر؟“

”ہاں۔ اور شکار بازوں کا سربراہ بھی مل گیا۔“ اس نے پست لہجے میں مختصراً روئیداد سنائی۔ ساتھ ساتھ وہ بے دلی سے اپنی چیزیں بھی اکٹھی کر رہی تھی۔

”اوہ۔ تو کیا تھے وہ تین سوال؟“

”ایڈم میں ابھی بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ عثمان نے واپس بلوایا ہے۔ آفس میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے۔ مجھے فلائیٹ پکڑنی ہو گی۔ تم آ رہے ہو؟“

”نہیں۔ میں....“ وہ پھر جلدی سے لیپ ٹاپ اس کی طرف پھیرتا بتانے لگا۔ ”یہ دیکھیں مجھے کیا ملا۔“

ہینڈ بیگ میں چارجر وغیرہ ڈالتی تالیہ نے مڑ کے اچٹتی نظر اس پہ ڈالی۔ اسکرین پہ ویڈیو کھلی تھی۔ ایک پرتعیش کمرے کا اندرونی منظر جہاں نفاست سے بیڈ بنے تھے اور خالی صوفے دکھائی دے رہے تھے۔

”وہ تارا انٹرنیٹ کیبل تھی جو ایک قریبی ہوٹل کے ایک کمرے کے اندر جاتی ہے اور وہاں کوئی خفیہ جاسوسی کیمرہ نصب ہے۔ کسی بلب یا گلدان وغیرہ میں۔ یہ انتہائی ہائی ڈیفینیشن کیمرہ ہے۔ جو آدمی یہاں رہتا تھا یقیناً اس نے یہ تار لگائی تھی تاکہ اس کمرے کے مکین پہ نظر رکھ سکے۔“

”اوہ۔ میں تمہیں بتانا بھول گئی۔ صبح میں نے فاتح صاحب کو میسیج کر کے پوچھا تھا اس برڈ واچر کے بارے میں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ کسی خفیہ سرکاری ایجنسی کا کارندہ تھا اور اسے کسی ہوٹل میں کسی پہ نظر رکھنے کے لئے یہ گھر چاہیے تھا۔ کوئی ہیروئن اسمگلر تھا شاید جو اس کمرے میں رہائش پذیر تھا۔“

''چلو جی۔'' ایڈم کے کندھے ڈھلک گئے۔ ''آپ مجھے صبح بھی بتا سکتی تھیں۔''

''مگر ایڈم وہ بندہ تو سال پہلے پکڑا گیا اور اس کمرے میں اب تو وہ رہتا بھی نہیں ہے۔ عصرہ کو معلوم نہ تھا مگر یہ گھر میرے پاس ہے تو میرے پوچھنے پہ فاتح صاحب نے صاف صاف بتا دیا۔''

''ہاں مگر کیمرہ تو اس نے نہیں اتارا نا۔ کیمرہ تو موجود ہے۔''

''ایڈم تم فضول میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ اس کمرے میں کوئی نیا آدمی آ کے ٹھہرتا ہوگا۔ تم اس پہ نظر رکھ کے کیا کرو گے۔'' اس نے بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے بےزاری سے کہا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ کچھ سوالوں کے جواب صرف وقت دے سکتا ہے مگر چے تالیہ میں بتا رہا ہوں اس کمرے میں کچھ ہے۔''

''او ایڈم' تم.....''

''آپ کو دیر ہو رہی ہے۔'' وہ بے مروتی سے کہہ کے دوبارہ اسکرین کے سامنے جم گیا۔ تالیہ نے افسوس سے اسے دیکھ کے سر جھٹکا اور بیگ اٹھا کے مڑ گئی۔

''جتنی جاسوسی کرنی ہے اس خالی کمرے کی' کر لو۔ ایک ہفتے بعد میں اس گھر کو واپس کر رہی ہوں۔''

خفگی سے پکارتی وہ اب باہر جا رہی تھی۔ ایڈم ڈی وی آر سے بڑی سیاہ تار اور لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا اب پوری دلجمعی سے اس کمرے کو دیکھ رہا تھا۔

وہ خالی تھا.... نہ کوئی حرکت' نہ کوئی ذی نفس۔ صرف ایڈم بن محمد کا ''یقین'' تھا جو اس کے ساتھ تھا۔ کچھ تو ہے اس کمرے میں۔

☆......☆......☆

چھٹی کے باوجود آج بی این کا آفس دھیرے دھیرے لوگوں سے بھرتا جا رہا تھا۔ جس جس کو خبر ملی کہ متوقع چیئرمین کی ذاتی ویڈیو لیک ہوئی ہے' وہ فکرمندی سے آفس آ گیا.... کیا اشعر اور کیا فاتح' سب کانفرنس روم میں اکٹھے ہو گئے۔ فاتح اور اشعر کے علاوہ جو تیسرا امیدوار چیئرمین کا الیکشن لڑ رہا تھا' وہ بھی وہیں موجود تھا۔

الیکشن پارٹی صدارت کا آپس کا معاملہ تھا اور اگلے ماہ ہونا تھا۔ مگر یہ مسئلہ بی این پارٹی کے ایک سیاستدان کا تھا جس کے خلاف مخالف حکومتی پارٹی کے عہدیداران دھڑا دھڑ بیان دے رہے تھے۔ سوشل میڈیا پہ Feminist اور لبرل لوگ الگ محاذ کھولے کھڑے تھے۔ صوفیہ رحمٰن نے بھی ٹویٹ کر دی تھی کہ ''وان فاتح سے اس طرح کے ذاتی حملے کی امید نہیں تھی۔ اس کے علاوہ میں اس پہ کچھ نہیں کہوں گی۔ ہم اس طرح کی نان سینس کو Dignity سے نظر انداز کرنے والے خاندانی لوگ ہیں' جیسے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب لغو باتوں کو دیکھو تو وقار سے نظر انداز کرو۔ اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔''

سب کانفرنس روم میں اکٹھے تھے۔سوٹ وغیرہ کے برعکس سب ٹی شرٹس اور جینز ٹراؤزرز میں تھے اور اسی وقت کسی نے یہ ٹویٹ پڑھ کے سنائی۔

فاتح جو گول میز کی ایک مرکزی کرسی پہ بیٹھا تھا' اس بات پہ استہزاء سے سر جھٹکا۔

''اچھا اور میرے ملک کے لوگوں کا امانت والا پیسہ کھاتے ہوئے قرآن یاد نہیں آتا؟ یہ اچھا طریقہ ہے دین کا کارڈ کھیلنے کا۔'' وہ شدید بیزار لگ رہا تھا۔دو گھنٹے سے ہر جگہ یہ بات ایسے تروڑ مروڑ کے پیش کی جا رہی تھی کہ اس پہ بڑھتا دباؤ نا قابلِ برداشت ہوتا جا رہا تھا۔ تبھی دروازہ کھلا اور تالیہ نے گردن نکال کے اندر جھانکا۔وہ جیسے بھاگم بھاگ ہانپتی ہوئی یہاں پہنچی تھی۔فاتح کی نظر اس پہ پڑی تو ابرو بھینچے بس ہاتھ سے کپ لبوں تک لے جانے کا اشارہ کیا۔وہ کافی مانگ رہا تھا اور برے موڈ میں لگ رہا تھا۔

تالیہ نے جھٹ اثبات میں سر ہلایا اور دروازے کے پیچھے غائب ہوگئی۔

کانفرنس روم میں سارے سیاستدان اور عہدیداران ایک ساتھ بول رہے تھے۔ہر کوئی فکرمندی کا اظہار کر رہا تھا یا آنے والے خطرناک حالات کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔فاتح نے بیزاری سے ان سب کو دیکھا۔

''حل بتاؤ مجھے۔حل کیا ہے اس کا؟'' وہ لیڈر آف اپوزیشن تھا۔اس کا رعب' اس کا طنطنہ' لمحے بھر کے لئے سارے میں خاموشی چھا گئی پھر ایک صاحب کھنکھارے اور اپنی طرف سے ایک تجویز پیش کرنے لگے۔فاتح بیزاریت سے سننے لگا۔

ان کے خاموش ہوتے ہی اشعر کہنے لگا۔''میرا خیال ہے آبنگ' اس اسکینڈل سے نکلنے کا بہترین طریقہ...(تالیہ ٹرے لئے اندر داخل ہوئی)....یہ ہے کہ آپ پریس کانفرنس کر کے کہیں کہ ویڈیو ڈاکٹرڈ ہے۔آپ کے مختلف فقروں کو ملا جلا کے ایسے پیش کیا گیا جیسے آپ صوفیہ کی بات کر رہے ہیں۔''(تالیہ ٹرے لئے فاتح کے قریب آرکی۔)

''جی سر۔ہم ایسے ایسے فارنزک ایکسپرٹ میڈیا پہ لائیں گے جو یہ ثابت کر دیں گے کہ ویڈیو جعلی ہے۔''

''نہیں' یہ جھوٹ ہوگا۔''

''تو پھر....'' ایک اور صاحب بولے۔''آپ سادہ الفاظ میں معذرت کر لیں۔معذرت کر لینا لوگوں کو خاموش کرا دے گا۔معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔دو دن میں لوگ بھول جائیں گے۔''

''ہوں۔دس ساؤنڈز گڈ۔'' بات وان فاتح کے دل کو لگی۔''میں ٹویٹ کر کے معذرت کر لیتا ہوں اور کہہ دیتا ہوں کہ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔میں عورتوں کی عزت کرتا ہوں اور یہ بات دوسرے سیاق وسباق میں کہی گئی تھی۔''

''یہ بہتر ہے۔'' اشعر نے اثبات میں سر ہلایا۔''مگر ٹوئیٹ کی جگہ پریس کانفرنس بہتر رہے گی۔''

''پریس کانفرنس میں صحافی سوال در سوال کر کے شرمندہ کریں گے۔نہیں۔ویڈیو پیغام جاری کر دیتے ہیں۔زبانیں بند ہو جائیں

گی۔" فاتح نے ناک سے مکھی اڑائی۔ وہ اب بھی ڈسٹرب تھا مگر ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ پھر گردن ترچھی کر کے ٹرے اٹھائے کھڑی تالیہ کو دیکھا۔

"رکھ دو۔" میز کی طرف اشارہ کیا۔ تالیہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔ ٹرے پکڑے کھڑی رہی۔

"رکھ دو۔" اس نے قدرے بے زاری سے اونچا دہرایا۔ مگر وہ ٹرے پکڑے کھڑی غور سے سوچتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

کانفرنس روم کی بھنبھناہٹ قدرے کم ہوئی۔ لوگ بات روک کے فاتح کی باڈی وومن کو دیکھنے لگے جو ٹرے لئے اس کے سر پہ کھڑی تھی۔

"تاشہ!" فاتح نے دبی آواز میں غصے سے کہا۔ وہ پہلے اتنے مسئلوں میں تھا' اوپر سے....

"آپ ہنسے تھے؟" وہ اسے غور سے دیکھ کے بلند سا بولی۔

"کیا؟"

"میں شرط لگا سکتی ہوں کہ آپ ہنسے تھے۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ سچوئیشن ایک دم آکورڈ ہو گئی تھی۔ سب تالیہ کو دیکھ رہے تھے۔ اور وہ اپنے باس کو جو اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

"میں کدھر ہنسا تھا؟"

"صبح جب آپ نے ویڈیو پہلی دفعہ دیکھی تھی' تو آپ ہنسے تھے' ہے نا۔" وہ ٹرے اٹھائے آہستہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھنے لگی جیسے کمرے میں ٹہل رہی ہو۔ فاتح کی پیشانی کے بل غائب ہونے لگے۔ وہ ایک دم ٹھہر کے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ کا پہلا ری ایکشن کیا تھا جب آپ نے وہ ویڈیو دیکھی تھی' سر؟ میں شرط لگا سکتی ہوں آپ دل کھول کے ہنسے ہوں گے۔"

وہ ٹرے اٹھائے چلتی جا رہی تھی اور سب کی نگاہیں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔

"انسان کا پہلا ردِعمل سچا ہوتا ہے۔ لوگوں کے بارے میں پہلا امپریشن حقیقت ہوتا ہے۔ بعد میں تو مصلحت پسند لوگوں کے ہجوم نے آپ کو پریشان کرنا شروع کر دیا ہو گا یقیناً' مگر جانتے ہیں سر آپ پہلی دفعہ بے فکری سے کیوں ہنسے تھے؟"

وہ گول میز کے ساتھ گولائی میں چلتی جا رہی تھی۔ اب وہ فاتح کی بالکل سیدھ میں رکھی کرسی کے پیچھے جا کھڑی ہوئی تھی۔ نظریں باس پہ جمی تھیں۔

"کیونکہ آپ اپنے الفاظ پہ شرمندہ نہیں تھے۔ آپ نے وہی کہا جو آپ کے دل کی آواز تھی۔ میں ایک مطلقہ لڑکی ہونے کے ناتے کسی کے بارے میں ایسی بات نہیں کہوں گی مگر میں' میں ہوں۔ آپ آپ ہیں۔ میں ہوتی تو معافی مانگتی۔ مگر آپ اس بات کی معافی کیوں مانگنے جا رہے ہیں جس کے لئے آپ شرمندہ ہی نہیں ہیں۔"

وہ اب ٹرے اٹھائے کرسیوں کے ساتھ سے گزرتی....گولائی رخ میں چلتی قریب آ رہی تھی۔اس کی نظریں فاتح پہ تھیں اور فاتح کی اس پہ۔

''سر آپ کو لوگوں نے اس لئے ووٹ دیا تھا کیونکہ ان کو آپ کی باتیں پسند تھیں۔چاہے غلط' چاہے صحیح' چاہے بہادری' چاہے منہ پھٹ ہونا' جو بھی کہیں لوگوں کو پسند تھا کہ آپ وہ بات کہتے تھے جن پہ آپ کا سچا یقین ہوتا تھا۔میں ہوتی تو شرمندہ ہوتی اور معافی مانگتی کیونکہ میں تو بہت سے لوگوں سے ڈرتی ہوں۔آپ تو کسی سے نہیں ڈرتے تو آپ کیوں معافی مانگیں گے؟ جب آپ کے عوام غلاموں کی طرح معاشی قید کی زنجیروں میں جکڑے ہوں' تو ان کو ایسا لیڈر چاہیے ہوتا ہے جو بندا ہارا کے سامنے میز کرسی پہ بیٹھ کے اس کی آنکھوں میں دیکھ کے اسے غلط کہہ سکے۔ایسا شخص صحیح معنوں میں آزاد ہوتا ہے۔اور یہ کافی....آپ کو بوجھل کر دینے والی کافی چھوڑ کے چائے پہ منتقل ہو جانا چاہیے جو ہر بوجھ سے ہلکی اور تازہ دم کرنے والی ہے۔''

ٹرے سامنے رکھی اور فاتح کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چینک کپ میں انڈیلی۔اس کی نظریں قہوے کی سنہری دھار پہ اٹھیں۔

وہ گرتی دھار....وہ سنہرا رنگ.....وہ اتنا مانوس سا کیوں لگتا تھا؟

''چائے لیجیے' چیئر مین صاحب۔'' دوسروں کو بلند آواز میں 'چیئر مین صاحب' سنوا کے اس نے پرچ پیالی سامنے رکھی اور ٹرے اٹھائے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

سب ایک دم خاموش ہو گئے تھے۔معنی خیز نظروں کے تبادلے ہوئے۔اشعر نے سوچنے والے انداز میں باہر جاتی تالیہ کو دیکھا تھا۔اور فاتح....اس نے خاموشی سے کپ اٹھایا اور دو گھونٹ بھرے۔پھر تیسرا اور کپ خالی کر کے رکھا۔

''ویسے بات تو ٹھیک ہے۔صوفیہ رحمن سے بڑی گولڈ ڈگر عورت اس ملک میں پیدا نہیں ہوئی۔عثمان....پریس کو باہر بلواؤ۔میں جا کے ان کو دیکھتا ہوں۔'' وہ کرسی دھکیلتا اٹھا اور شرٹ کے کف کے بٹن کھولنے لگا۔چہرہ ایک دم پرسکون اور ہموار ہو گیا تھا۔

مشیران نے گھبرا کے اسے دیکھا۔''مگر سر....رکیں....''

''فاتح صاحب....معذرت کرنا بہتر....''

''مگر سر....یوں جارحانہ انداز....'' بہت سی آوازیں بلند ہوئیں۔

لیکن وہ کف موڑ کے آستینیں چڑھاتا' ابرو بھینچے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔اسے معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

☆......☆......☆

بی این کے آفس میں ایک ہال نما کمرہ پریس کانفرنس کے لئے استعمال ہوتا تھا۔سامنے کرسیوں کی قطاریں لگی تھیں اور اوپر پوڈیم پہ ڈائس رکھا تھا جس سے تین چار مائیک لگے تھے۔کرسیوں پہ بیٹھے رپورٹرز اپنے قلم کاغذ اٹھائے دھڑا دھڑ لکھ رہے تھے۔کوئی ریکارڈر پکڑے

ریکارڈ کر رہا تھا۔ پیچھے قطار میں کیمرہ مین کیمرے اسٹینڈ پہ لگائے کھڑے تھے۔ ان کے چمکتے فلیش کی روشنیوں میں ڈائس کے پیچھے کھڑا فاتح اٹھی گردن کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

''جی' بالکل میں نے صوفیہ رحمٰن کو گولڈ ڈگر کہا ہے۔'' آستینیں اوپر چڑھائے دونوں ہاتھ ڈائس کے کناروں پہ جمائے' وہ صحافیوں کو دیکھتے ہوئے بڑے ٹھنڈے انداز میں شروع ہوا۔

''کیونکہ وہ ہیں گولڈ ڈگر۔ اور یہ میں نے ان کو بطور عورت نہیں کہا۔ صوفیہ رحمٰن کو عورت کارڈ کھیلنا چھوڑ کے اپنے اعمال کی ذمہ داری لینی پڑے گی۔ عورت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کرپشن کرتے جاؤ اور کوئی آپ کو آپ کے اعمال کا احساس دلائے تو آپ نازک بننے کی اداکاری کرو اور عورت کارڈ کے پیچھے چھپ جاؤ؟''

الفاظ تیکھے اور آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔ ماتھے پہ بل بھی پڑ رہے تھے۔

''کیا ہم اس دین سے تعلق نہیں رکھتے جہاں ہمارے نبی ﷺ نے امیر عورت فاطمہ کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا تھا کیونکہ اس نے چوری کی تھی؟ یہ بھی فرمایا کہ میری اپنی بیٹی فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرتی تو میں یہی سزا دیتا۔ یہ mysogny نہیں ہوتی۔ یہ انصاف اور حق کی بات کہنا ہوتا ہے۔'' تیوریاں چڑھائے وہ اٹھی گردن کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ ''بالکل ٹھیک کہا ہے میں نے وزیرِ اعظم صاحبہ کو گولڈ ڈگر بلکہ ان کا شوہر بھی گولڈ ڈگر ہے۔ اور کون سا گولڈ ہے جس کی میں بات کر رہا ہوں؟ ہر ملک کے حصے کا سونا جو سرکاری خزانوں اور فیڈرل ریزرو بینک میں پڑا ہوتا ہے' جس کو یہ حکمران لوٹے جا رہے ہیں' وہ آپ کا سونا ہے۔ آپ کا خزانہ ہے۔ کیا ہم اتنے بے حس ہو گئے ہیں کہ ان حکمرانوں کو چوری کرنے دے رہے ہیں اور اگر کوئی ان کے بارے میں سچ بولے تو اس کو چپ کروا دیتے ہیں؟''

وہ ہموار آواز مگر جارحانہ انداز میں کہہ رہا تھا اور رپورٹرز ادھر ادھر لکھے جا رہے تھے۔

کیمروں کی قطار کے پیچھے کھڑے کیمرہ مین جہاں آنکھیں کیمروں کے سوراخوں پہ لگائے جھکے کھڑے تھے' وہاں ان کے پیچھے قدرے نیم اندھیرے میں تین چار افراد کھڑے تھے۔ تالیہ سب سے آگے تھی۔ سینے پہ بازو لپیٹے' مسکرا کے اسے تقریر کرتے دیکھ رہی تھی....

وہ جیا چائے خانے میں تھے اور وہ اونچے چبوترے پہ کھڑا ایسے ہی تقاریر کرتا تھا۔ شہزادی چغہ پہنے' ہڈ ماتھے پہ گرائے کونے میں بیٹھ کے سنا کرتی تھی۔ اب سب بدل گیا تھا مگر چائے کی خوشبو ویسی ہی تھی..... یا شاید محسوس ہوتی تھی.....

☆......☆......☆

راہداری کے دوسری طرف اشعر کے چھوٹے سے آفس میں اس وقت اشعر اور رملی کھڑے تھے۔ اشعر کمر پہ دونوں ہاتھ رکھے نفی میں سر ہلاتا افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔

''آبنگ تو سیاسی خودکشی کرنے چلے گئے ہیں۔ چے تالیہ کو کچھ زیادہ ہی سیریئس لے لیا ہے انہوں نے۔ اور سنو...'' پھر کرسی کی

پشت پہ ہاتھ رکھے اور ذرا جھک کے برہمی سے اسے دیکھا۔

''وہ آدمی جس نے تمہیں جیل سے فون کیا تھا' وہ واقعی تالیہ مراد کا شوہر ہے؟''

''سابقہ شوہر'سر!'' رملی جو فون پہ کچھ اسکرول کر رہا تھا' سر اٹھا کے بتانے لگا۔''اس کے مطابق یہ ایک عام گھرانے کی لڑکی تھی جو پاکستان سے یہاں شادی ہو کے آئی تھی مگر دونوں کی بن نہیں سکی اور یہاں آتے ساتھ ہی اس نے ناجائز طریقوں سے پیسے کمانے شروع کر دیے۔ علیحدگی کے بعد چند سالوں میں ہی وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اس کا کہنا ہے کہ تالیہ مراد کوئی heiress نہیں ہے۔ صرف ایک فراڈ ہے۔''

''ہوں۔ صبح کا کا نے بھی ٹیکسٹ کر کے بتایا کہ وہ شادی شدہ ہے۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔'' وہ بظاہر بے نیازی سے شانے اچکا کے بولا تو رملی نے ایک گہری نظر اس پہ ڈالی مگر بولا کچھ نہیں۔

''خیر.... یہ ویڈیو لیک والا کام عثمان نے زبردست کیا ہے۔ وان فاتح پہ خوب کیچڑ اچھالا جا رہا ہے۔' وہ خود کو مطمئن کرنے کے لئے بولا تو رملی کھنکھارا۔

''سر....آپ نے سوشل میڈیا نہیں دیکھا کیا؟ وان فاتح کی پریس کانفرنس نے سب بدل دیا ہے۔'' وہ پست آواز میں بولا تو اشعر چونک کے سیدھا ہوا۔ کرسی کی پشت سے ہاتھ ہٹائے۔

''ڈونٹ ٹیل می۔''

''سر لوگوں نے گولڈ ڈگر پرائم منسٹر کو ٹوئیٹر پہ ٹرینڈ کرنا شروع کر دیا ہے۔ لوگ فاتح صاحب کے ہم آواز ہو کے وزیر اعظم کو برا بھلا کہہ رہے ہیں اور فاتح صاحب کی جراتمندی کو سراہ رہے ہیں۔'' اشعر نے چند ایک ٹوئیٹس پڑھیں تو دل برا ہونے لگا۔

''عثمان کو بلاؤ۔'' اس کا موڈ ایک دم خراب ہوا۔''اس نے خواہ مخواہ اس ویڈیو کو....'' ابھی وہ کہہ ہی رہا تھا کہ دروازہ تیزی سے کھلا اور عثمان اندر داخل ہوا۔ اس کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔

''سر..'' اس نے آتے ساتھ ہی اشعر کو بے تابی سے پکارتے دروازہ جلدی سے بند کیا۔''سارا پلان بیک فائر کر گیا ہے۔ لوگ فاتح صاحب کی تقریر کو سراہ رہے ہیں۔''

اشعر محمود نے ہاتھ مار کے کرسی کو پرے ہٹایا اور غصے سے اس کے قریب آیا۔''تمہیں ویڈیو لیک کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا۔ بغیر اسٹریٹجی بنائے تم نے....''

''میں نے؟'' عثمان نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔''میں نے تو ویڈیو لیک نہیں کی۔ وہ بٹن کیمرہ تو پارٹی میں مجھ سے کھو گیا تھا۔ میں سمجھا آپ کے گھر گرا ہو گا تو آپ کو مل گیا ہو گا اور آپ نے ویڈیو لیک کی ہے۔''

اشعر کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے۔ وہ ٹکر ٹکر ان دونوں کا چہرہ دیکھنے لگا۔

''ہم نے تو نہیں لیک کی۔ ہم سمجھے یہ تمہارا کام ہے۔'' اس نے تعجب سے باری باری دونوں کو دیکھا جو اتنے ہی بے یقین نظر آ رہے تھے۔

''رملی....عثمان....اگر ہم نے ویڈیو لیک نہیں کی تو کس نے کی ہے؟''

☆......☆......☆

بی این کے آفس میں اتوار کے باوجود آئے ورکرز اب پریس کانفرنس کے بعد اپنے حق میں بدلتے ماحول پہ خوش باش ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ فضا یکسر بدل گئی تھی۔ وان فاتح پریس روم سے نکلا تو لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو کے اسے مبارکباد دینے لگے تھے۔ وہ ان کے درمیان گھرا اب مسکراتا ہوا اپنے آفس جا رہا تھا البتہ نگاہیں ہجوم میں اس چہرے کو تلاش کر رہی تھیں جو وہاں موجود نہ تھا۔

تالیہ اس وقت کچن میں تھی۔ کافی میکر کے سامنے کھڑی وہ اپنی کافی کا پانی اندر ڈال رہی تھی۔ بنا کسی چاپ کے داتن پدوکا اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی تو تالیہ نے کافی میکر کو سیٹ کرتے ہوئے مصروف انداز میں پوچھا۔

'تمہیں آفس میں آتے ہوئے کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔''

''بالکل نہیں۔ آخر فاتح صاحب کی باڈی وومن میری دوست ہے۔'' کاؤنٹر سے ٹیک لگائے گھنگریالے بالوں اور سیاہ جثّے والی داتن نے کندھے اچکائے۔ وہ دونوں اس وقت وہاں تنہا تھیں۔

''تو تالیہ بی بی....ذرا بتاؤ کہ ہم نے وہ ویڈیو کیوں لیک کی؟'' داتن نے سرگوشی کی۔

تالیہ نے کلک کی آواز کے ساتھ کافی میکر کو بند کیا اور صرف آنکھیں اٹھا کے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

''کیونکہ کے ایل میں جو وان فاتح سیاستدان بن کے رہتا ہے یہ وہ فاتح نہیں ہے جو اگر کسی قدیم زمانے میں غلام بنا لیا جائے تو ہر شے سے بے خوف ہو کے لوگوں کے لئے لڑنے اٹھ کھڑا ہو گا۔ اس فاتح کے اوپر مصلحت پسندوں کا دباؤ ہے۔ اتنے ماہ سے وہ کھل کے کہہ بھی نہیں پا رہا تھا کہ وہ الیکشن لڑے گا یا نہیں کیونکہ وہ بیوی سے ڈرتا تھا۔ میں صرف اسے اس کے خوف اور ان ڈرپوک لوگوں کے تسلط سے آزاد کر رہی ہوں۔''

سرد مہری سے کہہ کے وہ کیبنٹ سے مگ نکالنے لگی۔ داتن نے گہری سانس لی۔

''لوگ اس کے خلاف صبح سے اتنا کچھ بول رہے تھے۔ تمہیں کیسے پتہ تھا کہ معاملات شام تک اس کے حق میں ہو جائیں گے۔''

''مجھے نہیں پتہ تھا۔ میں نے صرف ایک خطرہ مول لیا۔ اگر وہ واقعی سچا لیڈر رہے' تو اسے خود اپنے آپ کو عوام سے جوڑنا پڑے گا۔ اس مسئلے کا حل اس نے خود نکالا ہے' میں نے نہیں۔''

بے نیازی سے کہہ کے اس نے مگ میں کافی انڈیلی۔ پھر جھکے چہرے پہ اداس مسکراہٹ بکھری۔ ''جیسے ایک زمانے میں وہ نکالا

کرتا تھا۔ ہو ہمیں آتا ہے وہ ہماری جان بچائے گا۔ مجھے دھوکے دینے آتے ہیں' داتن۔ اور میں اسی صلاحیت کو درست کام کے لئے استعمال کر رہی ہوں۔'' پھر دونوں ہاتھوں میں مگ پکڑے کاؤنٹر سے ٹیک لگائی اور گھونٹ بھرا۔ داتن نے ہلکا سا مسکرا کے اسے دیکھا۔ وہ ملاکہ سے سیدھی یہاں آگئی تھی اور صبح سے آفس میں تھی۔

''میں نے Oppo ریسرچ شروع کر دی ہے۔'' دفعتاً داتن اس کے قریب ہوئی اور سرگوشی کی۔ تالیہ نے چونک کے مگ نیچے کیا۔ احتیاط سے ادھر ادھر دیکھا۔

''کچھ معلوم ہوا؟ آہستہ سے پوچھا۔

''ابھی اتنی جلدی کہاں؟ البتہ....'' داتن مزید نزدیک کھسکی۔ ''اس کی بیٹی آریانہ کا معاملہ مجھے مشکوک لگتا ہے۔ کچھ ہے جو وان فاتح چھپا رہا ہے۔'' تالیہ کی پیشانی کی سلوٹیں سیدھی ہوئیں۔

''میں جانتی ہوں۔'' اور گہری سانس بھری۔ ''آریانہ کا راز وہ مجھے بتا چکے ہیں۔''

داتن نے اپنی موٹی موٹی آنکھوں میں خفگی بھرے اسے دیکھا۔ ''تو تم مجھے ابھی بتا دو۔''

''پہلی بات' وہ راز ان کی امانت ہے۔ دوسری بات' تم اس کو اگر خود معلوم کر لوگی تو اس کا مطلب ہوگا کہ کوئی اور بھی اس کو ڈھونڈ سکتا ہے۔ اور تب ہمیں کاؤنٹر اسٹریٹجی بنانی ہوگی۔ فی الحال تم بس اس کو ڈھونڈو۔'' اس نے داتن کا کندھا تھپکا اور مگ لئے آگے بڑھ گئی۔

''تالیہ....'' داتن نے سوچتی نظروں سے اسے پکارا تو وہ گھونٹ بھرتی مڑی۔ ''ہوں؟'' ابرو اچکا کے استفسار کیا۔

''ملاکہ میں اس رات کیا ہوا تھا؟ کس چیز نے تمہیں ایک رات میں اتنا بدل دیا ہے؟'' وہ جیسے ابھی تک اچنبھے میں تھی۔

شہزادی تاشہ بنتِ مراد راجہ چند لمحے اداس مسکراہٹ کے ساتھ لیانہ صابری کو دیکھتی رہی۔ پھر کندھے اچکا دیے۔

''میں نے ان سے ساتھ رہنے کا وعدہ کر لیا تھا' اور مجھے وعدے نبھانے نہیں آتے تھے مگر اب سیکھ رہی ہوں۔'' اور پھر آگے بڑھ گئی۔

تالیہ واقعی بدلتی جا رہی تھی۔ یہ شانِ بے نیازی یہ تمکنت پہلے اس کے وجود کا حصہ نہیں تھی' مگر یہ اندر تک اترتی اداسی.... یہ داتن کا دل کاٹ دینے والی اداسی بھی اس کی آنکھوں میں پہلے نہیں ہوا کرتی تھی۔ آخر ایسا کیا ہوا تھا جو وہ اتنی بدل گئی تھی؟

مگر خیر.... سن باؤ کے گھر اس رات تالیہ بمشکل ایک گھڑی رکنے کے بعد ایڈم کے ساتھ باہر آتی دکھائی دی تھی۔ محض ایک گھڑی میں کتنا کچھ ہو سکتا ہے؟ داتن نے سارے واہموں کو سرے سے جھٹک دیا اور کیبنٹ کی طرف مڑ گئی۔

ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ عوام کا پیسہ چوس چوس جانے والی سیاسی پارٹی کے دفتر میں کھانے کے لئے کیا کیا پڑا ہے۔ وہ اب چمکتی آنکھوں سے ایک کے بعد ایک کیبنٹ کھول رہی تھی۔

☆......☆......☆

وہ شام گہری ہو کے رات میں بدل گئی تھی۔ سارے دن کا منظر نامہ اس پریس کانفرنس کے بعد جہاں بدلا' وہاں کانفرنس روم میں وان فاتح سے ملنے کے لئے آنے والوں کا رش لگ گیا۔ شہر کے مختلف حصوں سے پارٹی ورکرز آرہے تھے اور اس کی جرات مندانہ قدم کے ساتھ اظہار یکجہتی کر رہے تھے۔ وہ کانفرنس روم میں لوگوں کے رش کے درمیان بیٹھا تھا۔

آستینیں ابھی تک پیچھے موڑے' ٹائی ڈھیلی کیے' وہ ہنستے ہوئے خوش باش انداز میں ان سے باتیں کر رہا تھا۔ ہر آنے والا صوفیہ رحمن' اس کے شوہر اور والد کی شان میں نئے کلمات کا اضافہ کرتا' اپنے غصے کا اظہار کرتا' فاتح سے ہاتھ ملاتا اور اگلے ملاقاتی کو جگہ دیتا۔ وہ کرسی پہ ٹیک لگائے' بھرے ہوئے کمرے میں موجود مسکرا مسکرا کے لوگوں کی باتوں کا جواب دے رہا تھا۔ البتہ نگاہیں اٹھا کے بار بار دروازے کو دیکھتا۔ اتنے سارے مجمعے میں وہ کہیں بھی نہیں تھی۔ پتہ نہیں کہاں تھی۔

عثمان سب ملاقاتیوں کے درمیان معاملات کو ترتیب دیتا اچھا خاص کھپ چکا تھا۔ اس نے دوپہر سے کافی تک نہیں پی تھی اس لئے درمیان میں اپنی جگہ کسی اور کو کھڑا کر کے وہ باہر چلا آیا۔ آفس کی لفٹ میں سوار ہو کے وہ نیچے مال تک آیا اور کافی شاپ سے جا کے کافی خریدی۔ فی الحال خود میں کافی بنانے کی ہمت نہیں تھی۔

سینڈوچ کھاتا' کافی دوسرے ہاتھ میں پکڑے وہ واپس باہر آیا تو لفٹ کے دروازے کھلتے ہی سامنے ریسیپشن پہ بیٹھی پارٹی ورکر نے اسے دیکھ کے مسکرا کے ہاتھ ہلایا۔

"تم نے بتایا ہی نہیں عثمان!" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کے خوشگوار حیرت سے بولی۔ وہ حیران سا قریب آیا۔

"کیا؟"

"کہ تمہارے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ مبارک ہو۔"

عثمان چند لمحے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر نفی میں سر ہلایا۔ "میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔ یہ کس نے کہا ہے؟"

"اوہ۔ میں نے سنا ہے ابھی آفس میں۔" وہ حیران سی وضاحت دینے لگی تھی۔

لاؤنج میں وہ کافی کا گلاس لئے آ کے بیٹھا ہی تھا کہ دو کولیگز اس کے قریب آرکے۔

"مبارک ہو عثمان۔ اللہ تمہیں بیٹا مبارک کرے۔"

وہ گردن اٹھا کے بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا۔ "یار میری شادی بھی نہیں ہوئی ابھی۔"

"عثمان.... بہت مبارک ہو۔ مٹھائی کہاں ہے؟" باتھ رومز کی طرف جاتے ہوئے ایک سینئر سیاستدان نے اسے روک کے کہا تو اس نے ضبط سے گہری سانس لی۔

"سر کسی دوسرے عثمان کا بیٹا ہوا ہوگا' میرے ہاں ایسی کوئی خوشخبری نہیں ہے۔"

کافی ختم کر کے' سینڈوچ کی کلنگ فلم ردی کی ٹوکری میں ڈال کے' وہ ہاتھ دھو کے نکلا اور کانفرنس روم کی طرف جانے لگا تو راستے میں وان فاتح کے آفس کا کھلا دروازہ نظر آیا۔ آفس خالی تھا صرف تالیہ اندر کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کے مسکرا کے ہاتھ ہلایا۔ عثمان چکرا کے رہ گیا۔ پھر تیزی سے چوکھٹ تک آیا اور بے چارگی سے پھٹ پڑا۔

''پلیز مجھے مبارکباد مت دیجئے گا' چے تالیہ۔ میرے ہاں کوئی بیٹا نہیں ہوا۔ یہ خبر غلط ہے۔'' بے بسی سے اطلاع دے کر وہ مڑنے لگا جب تالیہ کی آواز آئی۔

''خبر غلط ہو تو بھی کتنی جلدی پھیلتی ہے نا عثمان؟''

واپس مڑتے عثمان کے قدم زنجیر ہوئے۔ یہ ٹھنڈی' بے رحم آواز تالیہ کی تھی مگر انداز.... وہ اس انداز سے نا آشنا تھا۔ دھیرے سے وہ ایڑیوں پہ واپس گھوما۔

فاتح کی میز کے کنارے پہ وہ بیٹھی تھی۔ پھولدار رومال گردن میں باندھے' اونچی سنہری پونی والی تالیہ مسکرا کے اسے دیکھ رہی تھی۔ فضا میں کچھ ایسا تھا جو غلط تھا۔

''جی؟'' عثمان نے پتلیاں سکوڑ کے اسے دیکھا۔ پھر ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ بند کیا۔ ایک دم سارے آفس کا شور اور ہنگاموں کی آوازیں آنا رک گئیں۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ اب وہاں صرف وہ دونوں موجود تھے۔

''صرف ایک شخص کو کہا میں نے کہ عثمان کا بیٹا ہوا ہے اور کسی نے وضاحت نہیں مانگی۔ یقین کر لیا۔ کارپوریٹ ورلڈ میں خبریں کتنی جلدی پھیل جاتی ہیں عثمان۔''

عثمان نے کنکھیوں سے کھڑکیوں کو دیکھا۔ بلائنڈز بند تھے۔ فاتح ان کو کھول کے رکھتا تھا۔ وہ تالیہ نے بند کیے تھے۔ وہ اس ملاقات کے لئے کمرے کو تیار کر چکی تھی۔

''چے تالیہ.... میں سمجھا نہیں۔'' اسے غور سے دیکھتے احتیاط سے الفاظ ادا کیے۔

''وان فاتح سمجھتے ہیں کہ جو آدمی اتنا عرصہ ساتھ کام کرے اس کو نکالنا نہیں چاہیے۔ لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ اگر اسے نکال بھی دو اور وہ جا کے کسی کو اپنے باس کا راز بتا بھی دے تو اسے Wistle blower کہا جائے گا۔ آج اگر میں ایک آفس میں سرگوشی میں بھی کہوں کہ..... (اپنے ہونٹوں کے گرد ہاتھوں کا پیالہ بنا کے سرگوشی میں بولی) عثمان وسل بلوور ہے (باس کا راز کھولنے والا) تو تم دیکھنا (ہاتھ واپس نیچے گرا دیے اور آواز بلند کر لی) کہ تمہیں سارے شہر میں کوئی جاب نہیں دے گا۔ خبر بہت جلدی پھیلتی ہے یہاں' عثمان۔''

''میں نے کچھ نہیں کیا۔'' اس کے ماتھے پہ بل پڑے اور جبڑا بھنچ گیا۔

''ہم دونوں جانتے ہیں کہ یہ ویڈیو تم نے بنائی تھی۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے تنفر سے بولی۔ ''تم اشعر کے لئے کام کرتے ہو۔ تم اشعر کے آفس بھی جاتے ہو۔ اور یونو واٹ' فاتح صاحب کو سب معلوم ہے مگر ویڈیو والی بات ان کو نہیں معلوم۔''

''اول تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں لیکن اگر آپ فاتح صاحب کو بتائیں گی بھی سہی تو کیا ثبوت دیں گی' ہاں؟'' وہ چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ کے بولا۔

میز کے کونے پہ بیٹھی تالیہ اٹھی اور مسکرا کے قدم قدم چلتی اس کے مقابل آرکی۔ ''تم نے ہی کہا تھا کہ ایسے معاملے ہمیں خود ہینڈل کرنے چاہئیں' فاتح صاحب کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے۔ تو ٹھیک ہے۔ نہیں لاتے۔'' اس نے نظریں عثمان پہ جمائے بازو پیچھے کیا اور میز پہ رکھا تہہ شدہ کاغذ اٹھا کے سامنے کیا۔

''یہ تمہارا استعفیٰ ہے عثمان۔ اس میں لکھا ہے کہ تم زیادہ اچھی جاب کی تلاش میں بہت افسوس سے یہ جاب چھوڑ رہے ہو۔ اسے سائن کردو۔''

عثمان کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی۔ وہ اسے گھورتے ہوئے غرایا۔ ''اور اگر میں ایسا نہ کروں تو؟''

''تو میں سرگوشی کروں گی کہ تم وسل بلوور ہو اور بٹن کیمرہ کوٹ پہ لگائے تمہاری پارٹی کی تصاویر لیک کردوں گی۔ اللہ تو انکو کی قسم' تمہیں سارے شہر میں کوئی اپنا سیکرٹری نہیں رکھے گا۔ یہ تو طے ہے کہ اس آفس میں آج تمہاری آخری شام ہے۔'' وہ کاغذ بڑھائے چبا چبا کے کہہ رہی تھی۔ ''اب تمہارے پاس دو راستے ہیں۔ عزت سے استعفیٰ دے دو تو میں تمہیں وان فاتح سے ریکمنڈیشن لیٹر لکھوا دوں گی اور تمہیں اچھی جگہ مل جائے گی۔ یا پھر واقعی میں وسل بلوور بن جاؤ اور فاتح صاحب کے دشمنوں کے پاس جا کے ان کے راز اگلنے لگو۔ سولہ گھنٹے ان کے ساتھ گزارنے پہ ان کی کئی کمزوریوں سے واقف ہو گے۔ یوں چار پیسے تو کما لو گے مگر سارے شہر کی سیاسی کمیونٹی میں بدنام ہو جاؤ گے۔ فیصلہ تمہارا ہے۔''

''اور اگر میں آپ کے بارے میں سرگوشی کردوں کہ ویڈیو آپ نے بنائی ہے' تب؟''

تالیہ نے مسکرا کے شانے اچکائے۔ ''تو کردو۔ تالیہ مراد تو کسی سے نہیں ڈرتی نہ میں کوئی سیکرٹری ہوں جس کی روزی روٹی سیاسی پارٹیوں سے لگی بندھی ہے۔ میں تو پہلے ہی صاحبِ ثروت ہوں۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور وان فاتح.... وہ کس کے وسل بلوور ہونے کا یقین کریں گے تم خوب جانتے ہو۔''

عثمان نے ایک خشمگیں نگاہ اس کے بڑھے ہاتھ میں پکڑے کاغذ پہ ڈالی اور پھر جھپٹ کے کاغذ کھینچا' اسے کھولا اور اوپر لے جا کے سطور پڑھیں۔ اس کے اندر باہر کڑواہٹ گھلتی جا رہی تھی۔

پھر وہ میز تک جھکا۔ کاغذ کو میز کی سطح پہ رکھا اور قلم کھینچ نکالا۔ پھر جھک کے اس پہ دستخط گھسیٹے اور تالیہ کی طرف مڑا۔ وہ اب اس کی

طرف گھوم چکی تھی۔

''ایک ماہ کا بونس اور جاب ریکمنڈیشن لیٹر۔ مجھے دونوں چاہئیں۔''

''ڈیل۔'' وہ مسکرادی۔

''اور ایک بات میں آپ کو بتا دوں' چے تالیہ۔'' اس نے استعفیٰ زور سے اس کے ہاتھ میں تھمایا اور چبا چبا کے بولا۔ ''آپ وان فاتح کی کنگ میکر بنتی جا رہی ہیں اور آج تو سب نے آپ کو نوٹس کر لیا۔ سیاسی پارٹی میں نوٹس میں آجانا بڑی خطرناک بات ہوتی ہے' چے تالیہ۔ راسپوٹین بننا آسان نہیں ہے۔ مجھے وہ وقت دور نہیں نظر آ رہا جب اتنی تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے آپ کو معلوم ہو گا کہ باریسن نیشنل دراصل سانپ سیڑھی کا کھیل ہے۔ طاقت کی ہوس میں ایک غلط قدم آپ کو بری طرح نیچے پٹخ دے گا۔''

''میں تمہاری طرح نہیں ہوں' عثمان۔'' اس کی مسکراتی سرد آنکھیں عثمان پہ جمی تھیں۔ وہ طنزاً مسکرایا۔

''شروع شروع میں سب یہی کہتے ہیں۔ مگر آپ ایک دن میری جگہ پہ کھڑی ہوں گی۔ مارک مائی ورڈز!'' اسے گھورتے ہوئے مڑ گیا۔

تالیہ کے چہرے پہ سایہ سا گزرا مگر پھر وہ زخمی انداز میں مسکرادی۔ ''دیکھتے ہیں۔'' باہر نکلتے عثمان کو پکارا تو وہ سر جھلا کے نکلتا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اشعر کے آفس میں بیٹھا بے بسی بھرے غصے سے روائیداد سنا رہا تھا۔ اشعر کنٹرول کرسی پہ بیٹھا مسکرا کے سن رہا تھا۔ پھر ستائشی انداز میں ابرو اچکائے۔

''چے تالیہ میری امید سے زیادہ guts والی ہیں۔ انٹرسٹنگ۔'' پھر مسکرا کے آگے ہوا اور تسلی دینے والے انداز میں کہا۔ ''تم فکر نہ کرو' میں بھی تمہیں ریکمنڈیشن لیٹر لکھ دوں گا۔ یہ ایک باعزت ایگزٹ ہو گی تمہارے لئے۔''

''میرے لئے ویسے بھی اب یہاں کام مشکل ہو گیا تھا۔'' وہ برہمی اور مایوسی کے ملے جلے تاثرات سے کہہ رہا تھا۔

''مگر عثمان.....ایک بات سچ ہے۔ تم یہاں سے جا کر آ بنگ کے خلاف کسی سے ایک لفظ نہیں کہو گے۔ تالیہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اگر تم وسل بلوور بن گئے تو تمہیں دوبارہ کوئی نوکری نہیں دے گا۔'' سنجیدگی سے تنبیہہ کی تو عثمان نے فوراً سر ہلایا۔

''آف کورس' سر۔ میرا دماغ خراب ہے جو ان سے ریکمنڈیشن لیٹر لکھوا کے یوں کروں گا؟'' عثمان نے جھرجھری لی تھی۔ اس کا موڈ بے حد خراب تھا مگر وہ اپنی حدود پہچانتا تھا۔

☆......☆......☆

جدید ملاکہ کے اس ہوٹل کی لابی میں معمول کی چہل پہل تھی۔ ایسے میں ایڈم ایک دفعہ پھر ہوٹل میں داخل ہو رہا تھا۔ صبح کے برعکس اس وقت وہ نروس دکھائی دیتا تھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا جو ادھار مانگا لگتا تھا۔ اور بار بار ٹائی درست کرتا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

لابی عبور کر کے وہ اندازے سے اس طرف آیا جہاں ہوٹل کے باتھ رومز بنے تھے۔ ایک باتھ روم میں جلدی سے گھسا اور دروازہ بند کیا۔ پھر اندر آ کے آئینے کے سامنے کھڑا ہوا اور کوٹ اتار' پھر سیاہ ٹائی اتار دی اور جیب سے سیاہ پٹی نکال کے کالر پہ Bow بنا کے گرہ باندھی۔ سفید شرٹ' سیاہ پینٹ اور سیاہ 'بو' کے باعث اب وہ ایک دم سے ویٹر لگنے لگا تھا۔ نیم پلیٹ بھی لگا لی تھی۔

پھر اس نے دو تہہ شدہ تولیے اٹھائے اور سر جھکا کے باہر نکلا۔ پھر یونہی ویٹرز کی طرح چلتا سر نیہوڑائے آگے گیا۔ ایک موڑ مڑا تو سامنے سروس رومز تھے۔ سنجیدہ شکل بنائے اندر داخل ہوا وہاں چند بیرے اور یونیفارم والی ملازمائیں کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ایک ریک کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بظاہر تولیے اور صابن درست کرنے لگا۔

کمرے میں دوسرے لوگ بھی تھے' اور یوں لگتا تھا کہ کوئی مسلسل اسے دیکھ رہا ہے۔ ایک دو دفعہ ڈر کے دیکھا بھی سہی مگر سب اپنے کام میں مگن تھے۔ یہ شفٹ کے بدلنے کا وقت تھا اور ویٹرز اپنے لاکر سے سامان نکال کے گھر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ ایڈم کے ہاتھ کپکپانے لگے۔ کہیں کوئی پکڑ نہ لے۔ پھر جلدی سے ایک اسٹاف باتھ روم کی طرف آیا اور دروازہ بند کر کے تالیہ کو کال ملائی۔

وہ اس وقت آفس کے ایگزیکٹو کچن میں کھڑی برنر پہ ساس پین میں پانی ابلتے دیکھ رہی تھی۔ چائے کے پتے ساتھ رکھے تھے۔ فون بجا تو اس نے موبائل کان سے لگایا۔

''ہاں شیرلاک.....کہاں پہنچی تمہاری تفتیش؟'' محظوظ انداز میں پوچھا۔ خلافِ توقع اس نے برا نہیں منایا۔ پریشان لگتا تھا۔

''چے تالیہ۔ میں بھیس بدل کے ایک کمرے میں موجود ہوں اور مجھے لگ رہا ہے کہ کوئی مجھے مسلسل دیکھ رہا ہے۔''

''ریلیکس ایڈم۔ کوئی نہیں دیکھ رہا تمہیں۔''

''اف میری جان نکل رہی ہے۔ اگر کوئی میرے سر پہ آ گیا اور کچھ پوچھنے لگا تو میں کیا کروں گا؟ آپ کی بری صحبت کا اثر ہے جو میں بھی لوگوں کو Con کرنے لگ گیا ہوں۔''

''کسی کو Con کرنے کا سارا آرٹ اسی لفظ Con میں چھپا ہے۔ Con یعنی کانفیڈنس' ایڈم۔ تم جتنے اعتماد سے کردار نبھاؤ گے اتنے کامیاب ہو گے۔''

وہ اب پتے اندر جھونک رہی تھی۔ قدموں کی چاپ سنائی دی تو بالکل نہیں مڑی۔ جانتی تھی پیچھے کون ہے جس کو چائے کی طلب ہو رہی ہے۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ کون مجھے دیکھ رہا ہے؟''

''اگر تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ مجمع میں سے کون تمہیں دیکھ رہا ہے تو جمائی لو۔''

''ہیں؟'' وہ حیران ہوا۔

''جمائی contagious ہوتی ہے۔کسی کو لیتے دیکھ کے ہمیں بھی آنے لگتی ہے۔تمہیں دیکھنے والے کو دور سے بھی تمہیں جمائی لیتے دیکھ کے جمائی آئے گی۔اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون تمہیں گھور رہا ہے۔''

فون رکھ کے گردن موڑی تو فاتح چوکھٹ سے ٹیک لگائے' سینے پہ بازو لپیٹے مسکرا کے اسے دیکھ رہا تھا۔''جمائی؟ سیریسلی؟''

''یو سی....میں کچھ لوگوں کی ٹیچر بھی ہوں۔''مسکرا کے شانے اچکائے اور واپس چائے کی طرف پلٹ گئی۔اس نے بازو نیچے کیے اور قدم قدم چلتا قریب آیا۔

''تھینک یو....اس تقریر کے لئے....اس نے بہت مدد کی۔'' وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔''مگر تم سیلبریشن گیدرنگ میں موجود نہیں تھیں۔''

''مجھے دوسرے اہم کام کرنے تھے' چیئر مین۔''اس نے ساس پین اٹھایا اور ساتھ ہی مگ پہ چھلنی رکھی۔''عثمان نے استعفیٰ دے دیا ہے۔اس کو بہتر جاب مل گئی ہے۔''

''تو میرا شک درست تھا۔مجھے یقین تھا یہ ویڈیو عثمان نے لیک کی ہے۔'' وہ سنجیدہ ہوا تو تالیہ نے چائے کپ میں انڈیلتے شانے اچکائے۔

''مجھے نہیں معلوم' چیئر مین۔وہ عزت سے استعفیٰ دے رہا ہے' ہمیں بھی باوقار طریقے سے خاموش رہنا چاہیے۔''

''تم نے مجھے اپنی ڈائیورس کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟''اس نے جواب میں ایک دم اتنی غیر متوقع بات کہی کہ چائے کی دھار مگ میں انڈیلتی تالیہ کے ہاتھ سست ہوئے۔پر دوسرے ہاتھ کو اوپر اٹھا کے سرخ آنسو والی انگوٹھی دکھائی۔

''میری دوسری شادی ابھی قائم ہے' سر۔''

''اوہ گڈ۔''اس کی جیسی تشفی ہوئی۔''تو وہ سیکنڈ ہزبینڈ ہے جو سفر پہ گیا ہے اور وہاں سے چاکلیٹس بھیجتا ہے۔کول!''اس نے جیسے تبصرہ کیا۔گرم قہوہ ذرا سا چھلکا مگر وہ سنبھل گئی۔سیدھی ہوئی اور چہرے پہ جبری مسکراہٹ سجائے کپ اس کی طرف بڑھایا۔

''تھینک یو۔مجھے اس کا ذائقہ بہت پسند ہے۔کیسے بناتی ہو تم یہ؟'' وہ مگ تھامے ستائش سے کہہ رہا تھا۔وہ لمحے بھر کو اس کی آنکھوں میں دیکھ کے رہ گئی۔''چھوڑیں' سر۔چائے بنانا آپ کا کام نہیں ہے۔''

''ہاں' میرے پاس اس سے بڑے کام ہیں۔''

''اور وہ بڑے کام بھی ہو جائیں گے' سر۔فنڈز مل جائیں گے۔''

فاتح نے جواب نہیں دیا۔بس مگ تھامے پلٹ گیا تو وہ پیچھے سے بولی۔''ہو سکتا ہے آپ کے اپنے گھر میں ایک خزانہ موجود ہو جو کیمپئین فنڈز کے لئے کافی ہو۔اگر میں وہ خزانہ آپ کو لا دوں تو آپ کو اپنی ڈیل یاد ہے نا' سر؟'' وہ اچنبھے سے پلٹا۔

''سن باؤ والے گھر میں؟''

''آپ کے گھر میں سر!'' اس نے مسکرا کے دہرایا اور پرس اٹھاتی ساتھ سے گزر کے باہر نکل گئی۔

وہ راہداری میں آگے بڑھ رہی تھی کہ اشعر کے آفس سے نکلتے ایک آدمی کو دیکھ کے رکی۔ وہ سوٹ میں ملبوس باوقار سا آدمی فائل اٹھائے نکل رہا تھا۔ تالیہ ٹھہر گئی۔ یک ٹک اس کو دیکھنے لگی۔ ابھی چند روز قبل تو اس نے اس آدمی کو خواب میں دیکھا تھا۔ وہ اپنے آفس میں کھڑا شیشے کی دیوار سے نظر آ رہا تھا اور تالیہ راہداری کی شیشے کی دیوار پہ زرد پوسٹرز چسپاں کر رہی تھی۔ جھماکے کی طرح اسے یہ منظر یاد آیا۔

وہ آدمی اشعر سے آخری بات کہہ کے باہر نکلا تو تالیہ کو وہاں کھڑے دیکھا۔ ذرا سا مسکرایا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ گردن موڑ کے اسے دیکھتی چوکھٹ تک چلی آئی۔ اشعر جو کرسی پہ ٹیک لگائے تنہا سا بیٹھا تھا' سیدھا ہوا۔

''ہے تالیہ۔''

''یہ.... کون صاحب تھے؟''

''یہ ادیب بن سوتہیں۔ معروف سیاستدان۔ کچھ دن پہلے امریکہ گئے تھے۔ آج ہی واپس آئے ہیں۔ اب یہ آپ کو اکثر یہاں نظر آئیں گے۔'' اشعر مسکرا کے بتا رہا تھا۔ وہ 'ہوں' کر کے سوچتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اشعر بے اختیار جگہ سے اٹھ گیا۔

''آپ نے کبھی بتایا نہیں اپنی شادی کا.... اور اپنی ڈائیورس کا۔'' شائستگی سے پوچھا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔

''آپ نے کبھی پوچھا ہی نہیں۔'' وہ میز کے دوسرے سرے پہ اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ سے بیگ کا اسٹریپ تھام رکھا تھا۔ کمرے میں آکورڈ سی خاموشی ہو گئی۔

''ویل.... آپ گھر جا رہی ہیں؟''

''تھوڑی دیر تک۔ بس ڈسپنسر کی طرف جا رہی تھی پانی پینے تو ان صاحب کو دیکھ کے رکی۔''

''میرے آفس کا پانی زیادہ صاف ہے۔'' وہ مسکرا کے کہتا میز کے پیچھے سے نکلا اور سائیڈ ٹیبل تک آیا۔ ٹھنڈی بوتل فریج سے نکالی اور واپس آ کے اسے تھمائی۔

''شکریہ اشعر صاحب۔'' اس نے مسکرا کے بوتل پرس میں رکھی۔ اور مڑنے لگی تو وہ جلدی سے بول اٹھا۔

''اگر آپ نے کھانا نہیں کھایا تو ہم ساتھ ڈنر کر سکتے ہیں۔ اصل میں کارنر پہ ایک بہت اچھا نیا ریستوران کھلا ہے اور میں نے ان کا کھانا ابھی ٹرائی نہیں کیا۔ سوچ رہا تھا کہ آپ کا ٹیسٹ....''

''میں نو بجے وہاں پہنچ جاؤں گی۔ لوکیشن ٹیکسٹ کر دیجئے گا۔'' وہ بات کاٹ کے بولی تو اشعر گنگ رہ گیا۔ اسے تالیہ سے اتنی جلدی ہامی بھرنے کی امید نہ تھی۔

وہ جس طرح آئی تھی، ویسے ہی چلی گئی۔ اور وہ خوشگوار حیرتوں میں گھرا رہ گیا۔

☆......☆......☆

ہوٹل کے اسٹاف روم میں ایڈم مسلسل جمائی لیتا ٹرالی پہ چیزیں جوڑ رہا تھا۔ کنکھیوں سے وہ اطراف کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ جب اپنے اپنے کاموں میں لگے تھے۔ کوئی بھی جمائی نہیں لے رہا تھا۔ چے تالیہ کو تو اللہ پوچھے۔

وہ ٹرالی دھکیلتا باہر نکلا ہی تھا کہ پیچھے سے گرج دار آواز آئی۔

''اے سنو....تم کون ہو؟''

ایڈم نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ (میں قدیم ملاکہ کے محلات میں سلطان بندا ہارا' شہزادی' ملکہ وغیرہ کے ساتھ چہل قدمی کرنے کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔ اور تو اور میں وقت میں بھی سفر کر چکا ہوں اور وہ بھی اسپلی میں کیونکہ میری گردن پہ نہ مہر بنی نہ میری یادداشت کھوئی۔ تو تم کیا چیز ہو' ہونہہ)

اور پھر پورے اعتماد سے مڑا۔ سامنے فرنچ کٹ والا ہیڈ ویٹر کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

''سر میری نائٹ شفٹ ہے آج۔ اور میں کب سے آپ کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ آپ کو مینیجر صاحب اپنے آفس میں بلا رہے ہیں۔ وہاں ہنگامہ ہوا کھڑا ہے۔ آپ کے گھر سے کوئی خاتون بھی ہیں وہاں اور....'' راز داری سے آواز آہستہ کی۔ ''کسی ویٹرس کو بھی پیش ہونے کا حکم دیا ہے انہوں نے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ تعجب مگر ہلکی سی پریشانی سے بولا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ایڈم نے گہری سانس لی اور جلدی سے ٹرالی دھکیلتا آگے بڑھ گیا۔

اسے عمر سے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ہیڈ ویٹر شادی شدہ لگتا ہے اور پھر بیویاں تو سب کی شکی ہوتی ہیں۔ تیر نشانے پہ لگا یا نہیں' اس کی خلاصی ہو گئی تھی۔

وہ پانچویں منزل پہ آیا جہاں اس کمرے کا بند دروازہ تھا جس کے اندر کیمرہ لگا تھا۔ ٹرالی اس نے ایک طرف رکھی۔ ماتھے پہ پی کیپ جمائی اور خاموشی سے آگے بڑھ کے فائر الارم بجا دیا۔ پھر جلدی سے اوٹ میں ہو گیا۔

الارم زور زور سے چنگھاڑنے لگا۔ چند لمحوں میں یکے بعد دیگرے دروازے کھلے اور لوگ باہر بھاگنے لگے۔ ایڈم اوٹ سے دیکھنے لگا۔ دفعتاً مطلوبہ کمرے کا دروازہ بھی کھلا اور ایک نوجوان تیزی سے باہر آیا۔ ڈریس شرٹ اور پینٹ میں ملبوس وہ خوش شکل اور مہذب سا ملنے نوجوان تھا۔ دوسرے مہمانوں کے ساتھ وہ بھی فائر ایگزٹ کی طرف بھاگا۔

اس کے جاتے ہی ایڈم تیزی سے اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کیا۔ اس کے ہاتھ پھر سے کپکپانے لگے تھے۔ جلدی سے گلدان

تک آیا، اور اسے ایک طرف کیا۔ بلب میں لگے کیمرے کو فکس کیا تا کہ اب منظر درست نظر آئے۔ گڈ۔ پھر مڑا اور ادھر ادھر دیکھا۔ میز پہ چند کاغذات رکھے تھے۔ اس نے جلدی جلدی ان کو کھنگالا۔ وہاں کچھ خاص نہ تھا۔ وہ آدمی اپنا والٹ وغیرہ ساتھ لے گیا تھا۔ بریف کیس بھی لاکڈ تھا اور لیپ ٹاپ کو وہ اتنے کم وقت میں کھولنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کیا کرے؟

پھر ایک دم وہ گھوما۔ وہ فلاور بکے جو ہوٹل کے مہمانوں کے استقبال میں کمرے میں پہنچایا جاتا تھا وہ سامنے میز پہ رکھا سوکھ رہا تھا۔ ایڈم نے جھپٹ کے اس پہ رکھا کارڈ اٹھایا۔

''ہم مسٹر فہمی بن سلام کو خوش آمدید کہتے ہیں۔'' وہاں اس آدمی کا نام لکھا تھا۔ اس نے مسکرا کے نام ازبر کیا اور کارڈ واپس رکھ کے تیزی سے باہر نکلا۔ لوگ ابھی تک راہداری میں بھاگتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ پی کیپ سر پہ ترچھی کیے رش کے درمیان گم ہو گیا۔

☆......☆......☆

وہ ریستوران سمندری غذا کھانے والوں کے لئے خاص بنایا گیا تھا، اندر سرخ مدھم سی روشنیاں بکھری تھیں اور ماحول کو خوابناک اور پراسرار سا بنا رہی تھیں۔ فضا میں مچھلی اور تلے ہوئے جھینگوں کی خوشبو پھیلی تھی۔ بالائی منزل پہ شیشے کی دیوار کے ساتھ والی کرسی پہ اشعر محمود منتظر سا بیٹھا بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔ ادھر سوئی نو اور بارہ پہ آئی' ادھر سامنے گلاس ڈور دھکیلتی تالیہ اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔ اس نے آتے ساتھ ہی گردن دائیں بائیں گھمائی۔ وہ اسی فراک' پھولدار رومال اور اونچی پونی والے حلیے میں تھی۔ سیاہ بڑا سا پرس بھی کہنی پہ تھا۔ اشعر پہ نظر پڑی تو ہلکا سا مسکرائی اور سیدھ میں چلتی آئی۔

وہ مسکرا کے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے لئے کرسی کھینچی۔ تالیہ نے نشست سنبھالی' پرس قدموں میں رکھا اور کہنیاں میز پہ رکھ کے بڑی فراغت سے اشعر کو دیکھا جو اب سامنے بیٹھ رہا تھا۔

دونوں کے درمیان کانچ کی صراحی میں رکھا ایک تازہ سرخ گلاب حائل تھا۔ سرخ مدھم روشنیوں سے مزین ہال کے کونے میں وہ شیشے کی دیوار کے ساتھ میز کے دونوں اطراف اب بیٹھ چکے تھے۔

''آج آپ کے بارے میں بات کریں گے' تالیہ۔'' وہ مسکرا کے گویا ہوا۔ ''سو آپ کا ایکس ہزبینڈ کیا کرتا تھا۔''

ہتھیلی پہ تھوڑی گرائے تالیہ نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ ''آپ دونوں نے تھائی لینڈ میں ایک ایکسپورٹ پراجیکٹ ساتھ کیا تھا اور اس سے پہلے آپ اس سے سنگاپور کے سفر کے دوران ٹرین میں ملے تھے۔''

اشعر حیرت زدہ رہ گیا۔ ''آپ کے ایکس ہزبینڈ کو؟''

''نہیں اشعر صاحب۔ میں اس آدمی کی بات کر رہی ہوں جو گھائل غزال کی بولی لگا کے مسز عصرہ کو بدنام کرنے جا رہا تھا۔ جعفر صاحب' اس آدمی اور آپ کا کنکشن ڈھونڈ لیا ہے میں نے۔''

اشعر کی مسکراہٹ مدھم ہوئی۔ وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھتا ذرا پیچھے ہوا۔ ''تالیہ میں سمجھا نہیں۔''

''اور اگر میں یہ ڈھونڈ سکتی ہوں تو یہ بھی جانتی ہوں کہ وان فاتح کو فنڈز کی کمی کا شکار کرنے اور سن باؤ کا گھر بیچنے پہ مجبور کرنے والے بھی آپ ہیں۔ ان کی دکانوں میں آگ بھی آپ نے لگوائی تھی اور شیئرز کو ڈبونے میں بھی آپ کا ہاتھ تھا۔ ہمارا یہ ڈنر میرے بارے میں نہیں' آپ کے بارے میں بات کرنے کے لئے ہے' ایش!'' ہتھیلی پہ چہرہ گرائے پلکیں جھپکا جھپکا کے اسے دیکھتی وہ کہہ رہی تھی پھر پرس میں ہاتھ ڈال کے ایک تہہ شدہ کاغذ میش پہ رکھا۔

اشعر چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر ایک دم کھل کے ہنس پڑا۔

''اور چے تالیہ کو لگا کہ عبداللہ اور عثمان کے بعد وہ مجھ سے بھی استعفیٰ پہ دستخط کروا لیں گی۔ نہیں نہیں تالیہ۔ اتنی جلدی نہیں۔'' وہ ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ ''یوسی' میں عثمان نہیں ہوں جو چپ چاپ کاغذاتِ نامزدگی واپس لے لوں گا یا عبداللہ جس کو ڈرا دھمکا کے آپ وان فاتح سے معافی مانگنے پہ مجبور کر دیں گی۔'' پھر آگے کو جھکا اور مسکرا کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''میں اشعر محمود ہوں۔ میں .....کنگ میکر ہوں۔ میں ابھی جا کے وان فاتح کے سامنے بانگِ دہل کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب میں نے کیا ہے۔ اور وہ چپ رہیں گے۔ نہ وہ میرے خلاف پولیس میں جا سکتے ہیں۔ نہ پریس میں۔ خاندانی کی بدنامی ان کو لے ڈوبے گی۔ سو.... یوسی....'' کندھے اچکائے۔ ''میرے ساتھ یہ استعفوں پہ دستخط کروانے والے tantrums نہیں کام کریں گے۔''

وہ ابھی تک مسکرا کے دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ''آپ نے شہزادی تاشہ والی کہانی سنی ہے' ایش؟''

''وہ بنداہارا کی بیٹی؟ ہاں کورس میں پڑھی تھی۔''

''اس نے ابوالخیر نامی امیر اور بدعنوان سوداگر سے مسجد کے نام پہ چندہ لیا تھا۔ تاریخ کہتی ہے کہ اس کی نیت نیک تھی اور مسجد واقعی بنی تھی' مگر میں آپ کو بتاؤں' ایش....''

مسکرا کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''اسے نہ مسجد کی ضرورت تھی' نہ چندے کی۔ اسے اس طاقت کی ضرورت تھی جو ابوالخیر جیسے دولت مند آدمی کو اپنا حلیف بنانے پہ اسے ملنے والی تھی۔ یہ استعفیٰ نہیں ہے۔'' اس نے کاغذ کھولا تو وہ کورا تھا البتہ اس کے اندر ایک اور ننھا کاغذ رکھا تھا جس کو دیکھ کے اشعر چونکا۔

''یہ.....''

''میں نے فاتح صاحب سے کہا کہ ان کے گھر میں ایک خزانہ ہے جو الیکشن میں ان کے کام آئے گا۔ وہ کیوں گھر بیچیں یا قرضہ لیں؟ وہ اس خزانے کو استعمال کیوں نہ کریں؟'' اور ننھا کاغذ اس کے سامنے رکھا۔ اشعر نے نظریں جھکا کے اس کاغذ کو دیکھا۔

وہ ایک چیک تھا۔ اشعر محمود کی چیک بک کا چیک۔

''آپ نے مجھ سے پانی اس لئے مانگا کیونکہ آپ کو میری میز پہ رکھی چیک بک سے ایک چیک پھاڑنا تھا' پانچ سیکنڈز میں آپ نے یہ کیسے کیا' تالیہ۔ میں حیران ہوں۔''

''کیونکہ وہ خزانہ آپ ہیں اشعر صاحب۔'' وہ ہنوز مسکرا رہی تھی۔ ''آپ مجھے اس چیک پہ لکھی رقم سائن کر کے دیں گے۔ آپ آج سے وان فاتح کی کیمپئین کو فنڈ کریں گے۔ میں آپ کو استعفیٰ دینے کے لئے مجبور کرنے نہیں آئی۔ میں آپ کو واپس اپنے کیمپ میں دعوت دینے آئی ہوں۔''

اشعر کے تاثرات بدلے۔ ماتھے پہ بل پڑے۔ لب بھنچ لئے۔ ایک سخت نگاہ اس پہ ڈالی۔

''اور میں چیئر مین الیکشن چھوڑ کے آبنگ کی کیمپئین میں کیوں شامل ہوں گا' ہاں؟''

''کیونکہ آپ ابھی تک ان کو آبنگ (بھائی) کہتے ہیں۔ کیونکہ جب سے آپ نے ان کے خلاف کاغذات جمع کروائے ہیں آپ سوشل گیدرنگز سے کٹ گئے ہیں۔ لوگ آپ کو وہ پروٹوکول نہیں دے رہے جو وان فاتح کے سائے میں ہونے کی وجہ سے دیتے تھے۔ آپ اکیلے رہ گئے ہیں اور آپ نے عمر کا ایک بڑا حصہ فاتح کا کنگ میکر بن کے گزارا ہے۔ ان سے الگ ہونا آپ کو اندر سے دکھی کر رہا ہے۔ آپ ان کو مِس کرتے ہیں' اہش۔ اور آپ کو میرا ایش کہنا ان کی یاد دلا رہا ہے۔ آپ ان کا جتنا برا چاہ لیں' آپ کے اندر کا وہ ٹین ایج لڑکا جو بہن اور بہنوئی کے ساتھ چھٹیاں گزارنے جایا کرتا تھا' وہ آج بھی وان فاتح کی وجہ حاصل کرنے کا متمنی ہے۔ بے چین ہے۔ آپ الیکشن اس لئے جیتنا چاہتے ہیں تا کہ فاتح کو کچھ بن کے دکھا دیں۔ آپ.... ان کے ساتھ.... کام کرنے کو.... miss کرتے ہیں' ایش!'' زور دے کر وہ ایک ایک لفظ ادا کر رہی تھی اور اشعر کے جبڑے کی رگیں بھنچ چکی تھیں۔ آنکھوں میں گلابی پن نظر آنے لگا تھا۔ چبھتی ہوئی نظریں تالیہ پہ جمی تھیں۔

''آپ کو لگتا ہے کہ آپ کے اور فاتح کے حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ واپسی کا کوئی راستہ نہیں مگر یہ غلط ہے۔ میں آپ کو واپسی کا ٹکٹ دینے آئی ہوں۔ یہ آپ کی واپسی کی قیمت ہے۔ اسے ادا کریں اور واپس آ جائیں۔''

وہ چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔ کچھ نہیں بولا۔

''آپ ایکسپورٹ کے بزنس سے وابستہ ہیں۔ اگر فاتح صاحب حکومت میں آئے تو۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ کاروباری اصلاحات کا وہ بل پاس کروائیں گے جس کا مسودہ آپ کب سے تیار کر رہے ہیں۔ آپ کے آفس کا ہر ورکر جانتا ہے آپ اس بل کے بارے میں کتنے پُجی ہیں۔ ہم آپ کو ایک چوری ریاست میں حکومت دیں گے۔ آپ کو آپ کا پسندیدہ بل مل جائے گا اور ہمیں پارٹی فنڈز۔ اور اگر آپ یہ نہیں کرتے تو آپ اکیلے رہ جائیں گے۔ ٹریلر آپ ایک ہفتے سے دیکھ رہے ہیں۔ پوری فلم زیادہ بھیانک ہوگی۔ زیادہ کے چکر میں تھوڑے سے بھی محروم نہ ہوں' ایش!'' اور پھر وہ کرسی دھکیلتی اٹھی اور بیگ اٹھا لیا۔ وہ ابھی تک چبھتی نظروں سے اسے

دیکھ رہا تھا۔ بھنچی مٹھیاں چیک پہ رکھی تھیں۔

''آپ جمعے تک سوچ لیں۔ جمعے کو کاغذات واپس لینے کی آخری تاریخ ہے۔ میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم سب ساتھ مل کے چلیں۔ جمعے کی صبح آپ اس چیک کو سائن کر کے دے دیں گے تو یہ آپ کی واپسی ہوگی۔ نہیں دیں گے تو بھی ہم عزت سے راستے الگ کر لیں گے اور پھر.... الیکشن جیسے فورم پہ ملاقات ہوگی۔ اور خاندان کی بدنامی آپ دونوں کو لے ڈوبے گی۔''

اشعر بس چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔ لب سختی سے بھنچ رکھے تھے۔

''اور وہ ایک منی لانڈر تھا۔ اسی لئے ہماری علیحدگی ہوئی اور میں نے پھر....'' انگلی کی انگوٹھی دکھائی۔ ''ایک دوسرے آدمی سے شادی کر لی جو ابھی تک قائم ہے۔''

اشعر کے لبوں پہ تلخ مسکراہٹ ابھری۔ سر کو خم دیا۔ نظریں اس پہ جمی تھیں۔ ''اور وہ کیا کرتا ہے۔''

''وہ؟'' تالیہ اداسی سے مسکرائی۔ ''وہ ایک Adventurer ہے۔ مہم جو۔'' اور پرس کندھے پہ ڈالتی مڑ گئی۔

اس کے باہر نکلتے ہی اشعر نے غصے سے چیک اٹھایا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پرے اچھال دیے۔ کاغذ کے ٹکڑے شیشے کی دیوار سے ٹکرا کے فرش پہ بکھر گئے۔ سرخ روشنیاں اس کے اردگرد.....

☆......☆......☆

جمعرات کی شام وان فاتح کی پرسنل ایڈ خاتون جب فاتح کے ساتھ آفس میں داخل ہوئی تو اسے عثمان کی خالی میز پہ ایک لفافہ رکھا نظر آیا۔ جس کے اوپر پیپر ویٹ رکھا تھا۔

وہ بارش بھری ایک گیلی صبح تھی۔ فاتح دو افراد کے ساتھ تیز تیز چلتا سیدھا اندر آفس چلا گیا تھا وہ لوگ ابھی ابھی ایک میٹنگ سے واپس لوٹے تھے اور سیدھا آفس آئے تھے۔ عثمان کے نہ ہونے سے کام بڑھ گیا تھا اور وہ اس کی میٹنگز کا حساب کتاب بھی رکھ رہی تھی۔ سیاہ بیگ سامان سے بھرا آج بھی کہنی پہ تھا اور گلے میں مختلف رنگ کا پھولدار رومال' گلابی فراک کے ساتھ Casual حلیے کی عکاسی کر رہا تھا۔

لفافہ دیکھ کے وہ میز تک آئی اور تیزی سے اسے اٹھایا۔ پھر اندر ہاتھ ڈال کے باہر نکالا تو دیکھا.... وہ اشعر کا دستخط شدہ چیک تھا۔

تالیہ مسکرا دی۔

ساتھ میں ایک دوسرا کارڈ بھی تھا۔ اس نے وہ کھولا۔

وہ ایک ہائی پروفائل ڈنر تھا جو ویک اینڈ کی شام ہونا تھا۔ وہاں وزیرِ اعظم صوفیہ رحمٰن بھی مدعو تھی۔ وان فاتح ایسے ڈنرز کم اٹینڈ کرتا تھا مگر اشعر ضرور جایا کرتا تھا۔ اس کی حمایت اس بات سے مشروط تھی کہ وان فاتح اس کی تجاویز بھی سنا کرے گا اور اشعر کی پہلی تجویز اس کارڈ کی صورت تھی۔

اس کو اٹینڈ کرنا اب لازم تھا۔ اشعر محمود ایک حلیف کے ساتھ اب ڈونر بھی بن چکا تھا اور کوئی سیاستدان اپنے ڈونر کو انکار نہیں کر سکتا۔

تالیہ نے مسکرا کے دونوں چیزیں خاموشی سے اپنے بیگ میں رکھ لیں۔ اسے جو کرنا تھا' صبح کرنا تھا۔

☆......☆......☆

اشعر محمود کے قلعے نما گھر کا لان رات کے وقت برقی پولز کی سفید روشنی میں نہایا کھڑا تھا۔ لکڑی کی کینوپی کے سائے تلے مادہ ہرن اپنے ننھے غزالوں کو لئے گھاس پہ بیٹھی تھی۔ اس کی بڑی بڑی بے تاثر آنکھیں قلعے پہ جمی تھیں جس کی کھڑکیاں روشن نظر آتی تھیں۔

اندر لاؤنج میں لٹکتے سارے فانوس روشن تھے۔ پر تعیش صوفوں پہ عصرہ ٹیک لگائے تیوری چڑھائے بیٹھی تھی اور اشعر اس کے سامنے آگے ہو کے بیٹھا منت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''کاکا.... پلیز میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''ایش مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی۔'' عصرہ نے بے اختیار کنپٹی چھوئی۔ بھورے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے' وہ سادہ با جو کرنگ اور کندھے پہ اسٹول جمائے اس وقت ایک ٹوٹی بکھری ہاؤس وائف لگ رہی تھی۔ ''تم نے اتنے مہینے مجھ سے فاتح کی مخالفت کروائی اور اب جب کہ میرا دل بھی کھٹا ہو چکا ہے تم چاہتے ہو کہ ہم اس کی حمایت شروع کر دیں۔''

''میں نے آبنگ کی مخالفت نہیں کروائی آپ سے۔ میں نے صرف اقتدار میں پہنچنے کا بہتر راستہ ڈھونڈنا چاہا تھا لیکن کاکا....'' وہ اسے دیکھ کے نرمی سے کہہ رہا تھا۔ ''میں آبنگ کے ہوتے ہوئے چیئر مین نہیں بن سکتا وزیرِ اعظم تو دور کی بات ہے۔ اس لئے پلیز.... ہم دونوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ہم آبنگ کی حمایت کریں۔''

''میں نے اس کی فائل چرائی' ایش!'' وہ ابرو چڑھائے برہمی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ''میں نے فاتح کو دھوکہ دیا۔ ایک ہفتے سے ہماری بات چیت بند ہے۔ اب میں کس منہ سے اسے کہوں کہ ہم نے صلح کرنی ہے؟'' اشعر نے ابرو اچکائے اور کندھے جھٹکتا پیچھے ہوا۔

''ایمانداری کی بات تو یہ ہے کاکا کہ آپ کو بھی اقتدار کا لالچ ہمیشہ سے اتنا ہی رہا ہے جتنا کہ مجھے تھا۔ آریانہ کے کھونے کے بعد آپ بدل گئیں ورنہ ڈونٹ ٹیل می کہ فرسٹ لیڈی بننا آپ کا سب سے بڑا خواب نہیں تھا۔'' وہ سفاک ہوا تو عصرہ کی آنکھیں گلابی پڑیں۔ جبڑا بھنچ گیا۔

''آریانہ کا نام مت لو۔ وہ میرے دل کا ٹکڑا تھی۔ اسے تم لوگوں کی سیاست نے چھین لیا اور اب میں دوبارہ فاتح کو اسی سیاست میں دھکیل دوں؟ میں تو سب کچھ بیچ کے امریکہ جانا چاہتی تھی' ایش۔'' وہ روہانسی ہوئی۔ ''تم مجھے کیا دوبارہ اسی دلدل میں دھکیل رہے ہو۔''

''کیا آپ آریانہ کا بدلہ نہیں لینا چاہتیں؟ کیا اس کی قربانی رائیگاں جائے گی؟'' وہ زچ سا ہو کے بولتا چلا گیا۔ پھر یکدم چپ ہوا۔ عصرہ ٹھہر کے اسے دیکھنے لگی تھی۔

''قربانی؟ کیا مطلب؟'' وہ یک لخت سیدھی ہو کے بیٹھی۔ ''میری بیٹی کوئی مری نہیں ہے۔ وہ کھو گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ ہوگی۔ وہ....وہ کسی اچھی جگہ پرورش پا رہی ہوگی۔'' اس کی آواز کپکپائی۔ آنکھ سے آنسو لڑھکا۔

''ہاں میرا بھی یہی مطلب تھا۔''

☆......☆......☆

''نہیں ایش۔ تمہارا مطلب کچھ اور تھا۔'' وہ بے قراری آگے ہوئی۔ ''تم کچھ جانتے ہو آریانہ کے حادثے کے بارے میں؟ اگر جانتے ہو تو پلیز مجھے بتاؤ۔''

''کاکا میں صرف یہ جانتا ہوں کہ صوفیہ رحمٰن نے آریانہ کے ساتھ یہ سب کروایا تھا۔'' وہ سنجیدگی سے کہنے لگا۔ ''اور میرے واپس آبنگ سے آ ملنے کی ایک وجہ آریانہ بھی ہے۔ آپ آریانہ کی وجہ سے سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو چکی ہیں نا۔ تو پھر ٹھیک ہے....اب آپ ''آریانہ'' کی وجہ سے ہی واپس آئیں گی۔''

عصرہ کا گیلا چہرہ وہیں ساکت ہو گیا۔ آنکھوں میں بے پناہ الجھن ابھری۔

''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟'' اشعر اٹھا اور اس کے ساتھ صوفے پہ آ کے بیٹھا۔

''آپ کیا چاہتی ہیں؟ آریانہ کا بدلہ لینا ہے آپ کو یا نہیں؟'' اس کی آنکھوں میں جھانک کے بولا۔ عصرہ کا سر اثبات میں ہلا۔

''تو پھر ہفتے کی رات ہم ایک ڈنر میں شریک ہو رہے ہیں جہاں صوفیہ رحمٰن بھی ہوگی۔ اب وہ وقت آ گیا ہے جب صوفیہ اپنے اعمال کا حساب دے۔ اگر آبنگ اس بات پہ راضی ہوتے ہیں تو میرا چیک کیش ہو جائے گا' ورنہ میں ان کے کیمپ میں نہیں جاؤں گا۔'' وہ قطعی لہجے میں بہن کو سمجھا رہا تھا۔ گہری نظریں عصرہ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ پہ جمی تھیں۔ عصرہ کی آنکھوں میں ابھی تک الجھن تھی۔

''ہم نے آریانہ کا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیا تھا۔ اتنے سال بعد ہم کیسے صوفیہ رحمٰن سے باز پرس کریں گے؟''

''میں سمجھاتا ہوں۔'' اشعر کی آنکھیں چمکیں اور وہ تیز تیز بولنے لگا۔

باہر گھاس پہ ستاتے ہرن خالی بے تاثر آنکھوں سے قلعے کی روشن کھڑکیوں کو دیکھے جا رہے تھے۔

☆......☆......☆

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ بہت سے آفسز میں کام ابھی تک جاری تھا۔ ایسی ہی ایک اونچی عمارت پہ بنے ایک فلور میں بہتر سی سفید بتیاں روشن تھیں البتہ کچھ آفس رومز اندھیرے میں ڈوب چکے تھے۔ بہت سے ورکرز اپنے کمرے لاک کر کے اٹھ چکے تھے اور کچھ ابھی تک کام کر رہے تھے۔

شیشے کے دروازے کے پیچھے ایک کمرہ روشن دکھائی دے رہا تھا۔ ایڈم نے دروازے پہ دستک دی تو اندر فائلوں میں الجھے شخص

نے سر اٹھایا۔ پھر ایڈم کو دیکھ کے مسکرایا۔ آستین چڑھائے' ٹائی ڈھیلے کیے وہ سارے دن کا تھکا ہارا لگتا تھا۔ مگر خوشدلی سے بولا۔

''آؤ ایڈم۔ اندر آجاؤ۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

ایڈم سادہ پینٹ شرٹ میں ملبوس ازلی معصومیت چہرے پہ سجائے اندر داخل ہوا۔ شرما کے مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا۔

''تمہارا کام بہت مشکل تھا ایڈم۔ مگر فوج کے دنوں کا ساتھ ہے اس لئے میں نے کر دیا ہے۔''

نوجوان نے جھک کے دراز کھولا اور ایک فائل نکال کے اس کے سامنے رکھی۔ ایڈم جلدی سے کرسی کھینچ کے بیٹھا اور فائل کھولی۔

پہلے صفحے پہ فہمی بن سلام نامی اس آدمی کی تصویر لگی تھی جو ہوٹل کے اس کمرے میں رہائش پذیر تھا۔

''تو پھر کون نکلا یہ آدمی؟ کوئی کرمنل؟ کوئی مافیا کا بندہ؟ یا جاسوس؟'' ایڈم نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

اس کا سرکاری ایجنسی کا آفیسر دوست ہاتھ باہم پھنسائے آگے ہوا اور سنجیدگی سے بولا۔ ''ایڈم.... یہ کوئی مجرم یا برا آدمی نہیں ہے۔ یہ بالکل کلین ہے۔ ایک نوکری پیشہ' اچھی شہرت والا وکیل ہے جو ہانگ کانگ میں ایک لاء فرم کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اس کے ماں باپ ملاکہ میں رہتے ہیں ان سے ملنے آتا ہے۔ بیوی بچے ہانگ کانگ میں ہی ہوتے ہیں۔''

ایڈم نے بے چینی سے صفحے پلٹائے۔ فائل میں لکھی تفصیلات اس شخص کی نیک نامی کی گواہی دے رہی تھیں۔

''یہ تو اتنا کلین ہے کہ ایک پارکنگ ٹکٹ تک نہیں ہے اس کے ریکارڈ پہ۔ تم اس کی تفتیش کیوں کر رہے ہو۔''

''کچھ تو ہے اس کے بارے میں۔ کچھ تو ہونا چاہیے۔'' وہ بے چینی سے صفحے پلٹانے لگا۔ اضطراب' مایوسی' اداسی' ہر طرف سے منفی جذبات نے اس پہ حملہ کر دیا تھا۔

''کچھ ہوتا تو ہمیں مل جاتا یار۔ بے چارہ سادہ آدمی ہے۔ وکیل ہے۔ محنت مزدوری کرتا ہے۔ اپنے ماں باپ کے لئے وہاں سے قیمتی تحفے لاتا ہے۔ ائیر پورٹ پہ سامان میں زیادہ تر تحفے ہی تھے۔ کوئی اسمگل شدہ چیز بھی نہیں تھی۔ اور اب تو یہ چند دن بعد چلا بھی جائے گا۔''

ایڈم ایک دم چہرہ اٹھا کے اسے دیکھنے لگا۔ ''ہاں۔ وہاں اس کے کمرے میں تحفے بھی پڑے تھے۔''

''تم اس کے کمرے تک چلے گئے۔''

''ایک منٹ ایک منٹ۔'' وہ چونک گیا۔ ''وہ اتنے دن سے یہاں ہے۔ اس نے اب تک ماں باپ کو تحفے کیوں نہیں دیے؟ اور وہ ہوٹل میں کیوں رہتا ہے ان کے پاس کیوں نہیں ٹھہرتا؟''

''ہاں میں نے پتہ کروایا تھا۔ وہ تحفے لے کر ان کے گھر تک دو تین دفعہ گیا تھا مگر وہ شاید وہاں نہیں تھے' تبھی دروازہ نہیں کھولا۔''

''تو کیا اس کا ماں باپ سے فون پہ کانٹیکٹ تک نہیں ہے؟ کم آن باہر سے آنے والا بیٹا کال کیے بغیر کب گھر آتا ہے؟''

''کہہ رہا ہوں نا' معلوم کیا تھا میں نے۔ محلے والوں کا کہنا ہے کہ اس کی ماں باپ سے کوئی ناراضگی چل رہی ہے۔''

ایڈم ایک دم جوش سے سیدھا ہوا۔ چہرہ چمک اٹھا۔''اور وہ اس کے لئے دروازہ نہیں کھولتے۔''

''ایڈم گھروں میں سو سو طرح کے مسئلے ہو جاتے ہیں۔ اس سے وہ کرمنل نہیں بلکہ ایک اداس غمزدہ بیٹا ثابت ہوتا ہے جو ماں باپ کو منانے کے لئے یہاں آیا بیٹھا ہے۔''

''چلو.... کچھ تو ثابت ہوتا ہے نا۔'' ایڈم خوشی خوشی فائل سمیٹنے لگا۔''میں آج ہی کے ایل واپس آیا تھا۔ پرسوں دوبارہ ملاکہ جاؤں گا۔ مجھے اس کے ماں باپ سے ملنا ہے۔ اور پلیز منع مت کرنا۔ زندگی میں پہلی دفعہ ایڈم بن محمد نے اپنے دل کے یقین پہ بھروسہ کر کے ایک راستے کا پیچھا کیا ہے۔ اگر میں کچھ اور نہ ڈھونڈ سکا تو کم از کم خود کو دریافت کرلوں گا۔'' وہ جوش اور اداسی سے کہتا فائل میں صفحے لگا رہا تھا۔ اس کا دوست تکان سے مسکرا کے اسے دیکھے گیا۔ اگر ایڈم کی خوشی اسی میں تھی' تو ٹھیک ہے۔ اسے کوئی اعتراض نہ تھا۔

☆......☆......☆

جمعے کی صبح کے ایل پہ طلوع ہوئی تو بہت سے دلوں پہ جمی برف پگھلا کے لے گئی۔ وان فاتح اپنے کمرے کی سنگھار میز کے آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی باندھ رہا تھا جب ادھ کھلے دروازے پہ چاپ سنائی دی۔ اس نے گرہ لگاتے عکس میں اپنے پیچھے آتی عصرہ کو دیکھا' پھر نظرانداز کر کے ٹائی کے بل دیتا رہا۔

عصرہ نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا اور آنکھیں رتجگے کے باعث گلابی تھیں۔

وہ چپ چاپ اس کے کندھے کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ فاتح نے ٹائی کسی اور کف لنک اٹھانے کے لئے جھکتے ہوئے بولا۔''میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا۔'' وہ فائل والی بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

''فاتح میں تمہاری کیمپئین میں تمہارا ساتھ دوں گی۔'' وہ آئینے میں فاتح کا چہرہ دیکھ کے بولی تو وہ وہیں ٹھہر گیا۔ پھر کف لنک بھول کے سیدھا ہوا اور حیرت سے اس کی طرف گھوما۔

''ساتھ دو گی مطلب؟''

''میں تمہارے ساتھ.... کیمپئین چلاؤں گی۔'' وہ سنجیدگی سے گردن کڑا کے کہہ رہی تھی۔

''جہاں کہو گے چلوں گی۔ ریلی میں' دعوتوں پہ' فنڈ ریزنگ پہ۔ ہر جگہ سیاسی بیوی کا رول پلے کروں گی۔ بچے اور میں امریکہ نہیں جائیں گے۔ ہم تمہارے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اشعر بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔ میں رات اس سے ملی اور میں نے اسے راضی کر لیا ہے۔ اس نے فنڈز کے لئے چیک بھی کاٹ دیا ہے۔ وہ کیمپئین کو فنڈ کرے گا۔'' پھر چپ ہوئی۔ دونوں سنگھار میز کے ساتھ آمنے سامنے کھڑے تھے۔

''مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم کسی لیکن کی طرف جا رہی ہو۔'' اسے دیکھتے ہوئے کف لنک اٹھایا۔

”لیکن....“ وہ زور دے کر بولی۔ نظریں فاتح کی آنکھوں پہ جمی تھیں۔ ”تم ہمارے درمیان سے آریانہ کی پھانس نکالو گے۔“

فاتح کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔ کف کا بٹن بند کرتے ہوئے وہ بولا۔ ”یعنی؟“

”میری صرف ایک شرط ہے اور اگر تم اس کو مان لو تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پلیز فاتح میری پوری بات سن لو۔“

”مجھے منظور ہے۔ جو بھی ہے۔“ اس نے کف لنک رکھے اور نرمی سے اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ ”عصرہ مجھے کوئی بات اس سے زیادہ خوشی نہیں دے سکتی کہ تم میری جدوجہد میں میرے ساتھ کھڑی ہو۔“

”مگر پہلے میری بات تو سن لو۔“ وہ ملتجی انداز میں بولی اور پھر اشعر کے الفاظ دہرا دیے۔ وہ تحمل سے سنتا رہا۔

”اس کی ضرورت نہیں ہے ویسے۔ اتنے سال بعد اس سب کو....“ مگر عصرہ کے تاثرات دیکھ کے گہری سانس لی۔ ”اوکے۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ ڈن۔“ اس نے ہتھیار ڈال دیے۔

عصرہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ مسکرا دی۔

”ٹھیک ہے۔ پھر میں اور ایلش تمہارے ساتھ ہیں۔“

وان فاتح کے کندھوں سے بوجھ سا اتر گیا۔ سارے مسئلے جیسے حل ہوتے جا رہے تھے۔

آج تالیہ گھر نہیں آئی تھی۔ وہ آفس آیا تو وہ اسے دروازے پہ ملی۔ اسے دیکھ کے لمحے بھر کے لئے تو وہ چونک گیا پھر سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا۔

وہ سیاہ اسکرٹ کے اوپر سفید منی کوٹ میں ملبوس تھی۔ بالوں کا باوقار جوڑا بنائے' گردن میں موتیوں کی لڑی پہنے' اسٹول سر پہ جمائے اور سامنے مفلر کی طرح بکل مارے' وہ اونچے عہدے پہ فائز ملے کاروباری یا سیاسی عورتوں کی طرح لگ رہی تھی۔

”سیر ئیسلی!“ اس نے ابرو اچکا کے پوچھا تو وہ مسکرا دی اور اس کے پیچھے آفس میں چلی آئی۔ وہ اپنی کرسی پہ بیٹھا تو تالیہ نے میز پہ چیک اس کے سامنے رکھا۔ فاتح چیک اٹھا کے مسکرایا۔

”ہاں مجھے عصرہ نے بتایا ہے کہ اس نے اشعر کو فنڈنگ کے لئے راضی کر لیا ہے۔“

وہ جو بہت جوش سے کہنے لگی تھی' اس بات پہ مسکراہٹ پھیکی ہوئی۔ گم صم سی ہو کے فاتح کو دیکھنے لگی۔

”اشعر نے اپنے لئے اچھا فیصلہ کیا۔ اس کے پاس اور کوئی چوائس نہیں تھی۔ یہ چیک فنانس میں دے دو۔“ وہ بے نیاز اور مطمئن سا آدمی کندھے اچکا کے کہہ رہا تھا اور تالیہ کا چہرہ بجھ سا گیا تھا۔ خاموشی سے چیک اٹھایا تو وہ بولا۔

”یہ چیک کب بھیجا اس نے؟“

”کل شام میں' سر۔“ وہ بے دلی سے کہہ کے مڑنے لگی۔

''تو تم مجھے نہیں بتاؤ گی کہ اسے عصرہ نے نہیں تم نے کنوینس کیا تھا؟''

تالیہ بے یقینی سے واپس مڑی۔ وہ مسکرا کے ٹیک لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔

''آپ کو.....کیسے پتہ؟''

''کیونکہ یہ چیک دو دن پہلے کاٹا گیا ہے۔ اور تمہیں یہ شام کو ملا ہے جبکہ عصرہ اور اشعر رات میں ملے تھے۔ اور میں ان دونوں کو اچھے سے جانتا ہوں۔ اشعر' عصرہ کو کنوینس کرسکتا ہے' وہ اشعر کو نہیں۔ اور پھر تم نے کہا تھا کہ تم میرا فنڈنگ کا مسئلہ حل کرو گی تو مجھے تمہاری شکل دیکھتے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ تم یہاں مجھے اپنی ڈیل یاد کروانے آئی ہو۔ سو بولو....کیا چاہیے تمہیں؟''

وہ قلم کو انگلیوں میں گھماتا کہہ رہا تھا اور اس کے لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

''بول دوں' سر؟''

فاتح نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ''Make a Wish''

وہ الفاظ نشتر کی طرح دل میں پیوست ہوئے۔ بہت سے آنسو بھی گلے میں جمع ہوئے مگر وہ مسکرا دی وہ واپس اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''میں آج سے آپ کی باڈی وومن کے ساتھ ساتھ آپ کی پولیٹیکل سیکرٹری اور کیمپین مینیجر بھی ہوں گی۔''

''یعنی میری چیف آف اسٹاف؟''

''بالکل سر۔ میں آپ کے لئے کام کرنے والے تمام عملے کی چیف ہوں گی۔ میرا خیال ہے میں نے یہ پوزیشن earn کی ہے۔''

گردن کڑا کے بولی تو وہ مسکرا دیا۔ سوٹ پہنے' بالوں کو جیل سے دائیں طرف جمائے' وہ نکھرا اور تازہ دم لگ رہا تھا۔

''شیور۔ اپنا اپائنٹمنٹ لیٹر بنا لاؤ' میں دستخط کر دوں گا۔'' وہ راضی تھا۔ مطمئن تھا۔ نرم پڑ چکا تھا۔

''اور سر....اشعر صاحب ایک پارٹی پہ آپ کو لے جانا چاہتے ہیں جہاں....''

''جہاں صوفیہ رحمٰن ہو گی اور مجھے وہاں اشعر اور عصرہ کی تشفی کے لئے کچھ کرنا ہو گا۔'' وہ سر جھٹکتے ہوئے فائلز کی طرف متوجہ ہوا تو وہ چونکی۔ ''کیا کرنا ہو گا؟''

''اٹس اے فیملی تھنگ' تاشہ۔'' شائستگی سے اسے اس کے مقام کا احساس دلایا اور فائل کھول لی۔ وہ ذرا پھیکی پڑی۔ ظاہر ہے وہ اس کی فیملی کا حصہ نہ تھی۔ بس چپ چاپ مڑ گئی۔

قریباً ایک گھنٹے بعد وہ پوری تمکنت سے عثمان کی کرسی پہ بیٹھی اپنے سامنے رکھی فائلز کا موازنہ کر رہی تھی۔ یہ اسٹاف کا اعمال نامہ تھا جو اس نے ان سارے دنوں میں جمع کیا تھا۔

(طاقت تب مضبوط ہوتی ہے جب اس کا اظہار کیا جائے۔) مراد راجہ کے الفاظ اس کی سماعتوں میں آج بھی گونجتے تھے۔

پھر وہ ایک کاغذ لے کر اٹھی اور باہر ہال میں آئی۔

ہال میں قطاروں کی صورت آفس کیبن بنے تھے..

کی بورڈز کے کھٹ کنے کی آوازیں....فون کی گھنٹیوں کا شور...

ہر طرف لوگ فائلوں اور لیپ ٹاپس میں سر دیے بیٹھے تھے۔

تالیہ ہال کے سرے پہ کھڑی تھی...اس نے چہرے پہ غصہ طاری کر رکھا تھا۔

اور سیدھ میں دیکھ رہی ہے... ہال کے آخری سرے کی طرف جہاں کیبن ختم ہوتے تھے۔

آخری کیبن میں ایک لڑکی سر جھکائے کام کرتی نظر آ رہی تھی۔

اس لڑکی کو نگاہوں میں رکھے تالیہ قدم قدم چلنے لگی۔

فائلیں اٹھائے آگے پیچھے جاتے لوگ ہٹ ہٹ کے اس کو راستہ دینے لگے۔

وہ ماتھے پہ بل ڈالے تیز تیز چلتی، اس لڑکی کے سر پہ آ رکی۔

کیبن کی دیوار چھوٹی تھی۔ اندر بیٹھی لڑکی چونک کے اسے دیکھنے لگی۔

''میں آپ کو نوکری سے فارغ کرتی ہوں۔ ایک باکس میں اپنا سامان ڈالیں اور رخصت ہو جائیں۔ اور یہ...یہ آپ کا ٹرمینیشن لیٹر ہے!''

اس نے ایک لفافہ لڑکی کی طرف اچھالا۔

وہ لڑکی ہکا بکا سی اٹھ گئی۔ اردگرد کے لوگ بھی گردنیں نکال نکال کے دیکھنے لگے۔

''مگر....چے تالیہ....میرا قصور کیا ہے۔''

''آپ چھٹیاں بہت کرتی ہیں۔ آپ کو دو دفعہ زبانی اور دو دفعہ تحریری نوٹس جا چکا ہے جبکہ آفس کے قوانین کے مطابق دو زبانی اور ایک تحریری نوٹس کے بعد ٹرمینیشن لازم ہو جاتی ہے۔ آپ کو عثمان نے زیادہ مواقع دیے ہیں مگر میں عثمان نہیں ہوں۔'' بلند آواز میں وہ تمکنت سے کہہ رہی تھی۔ سب دم سادھے سن رہے تھے۔

''میں وان فاتح کی چیف آف اسٹاف تالیہ بنتِ مراد ہوں۔ میرے الفاظ یہاں حرفِ آخر ہوں گے۔ میری وارننگ حتمی ہو گی۔ جو کام نہیں کرے گا وہ یہاں نہیں رہے گا۔ اور جو فاتح صاحب کے ساتھ مخلص ہو کے کام کرے گا، صرف وہی یہاں رہے گا۔ آپ فنانس سے اپنے dues لے لیں اور شام تک یہ سیٹ خالی کر دیں۔ میں آپ کی پورے مہینے کی تنخواہ ایشو کروا رہی ہوں۔''

اس لڑکی نے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ پھٹی پھٹی نظروں سے تالیہ کو دیکھا۔

''یو کانٹ فائر می!''

''Ooops I Just did.'' وہ سنجیدگی سے کہہ کے پلٹ گئی۔

کیبن کے درمیانی راستے سے گزرتی وہ سیدھ میں آگے بڑھتی گئی اور سب اس کو خاموشی سے جاتے دیکھتے رہے۔ یہ چال' یہ اٹھی گردن' یہ تحکمیہ لہجہ....جو پیغام وہ دینا چاہتی تھی' وہ سب تک بخوبی پہنچ چکا تھا۔

تالیہ مراد اب ان کی باس تھی اور اس کی بات نہ ماننے کا انجام یہاں سے بے دخل ہو جانا تھا۔

اشعر تھوڑی دیر کے لئے اپنے آفس میں آیا تھا جب اس نے رملی سے سارا واقعہ سنا۔ لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ مگر بولا کچھ نہیں۔ چپ چاپ باہر چلا گیا۔

نیچے عمارت کے سامنے کھڑی اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے عثمان کو کال ملائی۔

''میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم وان فاتح کے کسی دشمن سے جا کے نہیں ملو گے' لیکن اب میں تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ تم وان فاتح کی سب سے بڑی دشمن کے پاس جاؤ گے۔ میٹنگ میں ارینج کروا دوں گا۔ تم نے بس صوفیہ رحمٰن سے وہ کہنا ہے جو میں تمہیں بتانے جا رہا ہوں۔''

وہ اندر بیٹھ گیا تو رملی نے دروازہ بند کر دیا۔ چمکتی سیاہ کار کے سیاہ شیشے اندر کا منظر ڈھانپ گئے اور ان کے اوپر اونچی عمارت اور آسمان کا عکس نظر آنے لگا۔

☆......☆......☆

کے ایل پہ وہ رات سیاہ گہری ہوتی چلی گئی تو بادل یکا یک بوجھل ہو کے برسنے لگے۔ تالیہ کے گھر پہنچنے تک بارش تیز ہو چکی تھی۔ وہ پورچ میں کار روک کے باہر نکلی تو برآمدے کے زینوں پہ ایڈم کو بیٹھے دیکھا۔ وہ ہاتھوں پہ چہرہ گرائے جانے کب سے منتظر سا بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے وہ مسکرا دی اور دروازہ بند کر کے اس کی طرف آئی۔

''تم ملاکہ سے کب آئے؟''

''جب سارا دن اس آدمی کی فوٹیجز دیکھ دیکھ کے تھک گیا تو آ گیا۔'' وہ کھڑا ہو گیا۔ تالیہ چابی سے دروازہ کھولنے لگی۔ ایڈم ساتھ ہی اسے اپنے دوست سے ملی معلومات سے آگاہ کیے جا رہا تھا۔ وہ مسکراہٹ دبائے سنتی گئی۔

''تم خواہ مخواہ اس بے چارے کے پیچھے پڑے ہو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھا تھا اور تالیہ کچن میں کھڑی کافی کا پانی رکھ رہی تھی۔ اس کی بات پہ وہ جل سا گیا۔

''کم از کم آپ تو ظالم سماج جیسی باتیں نہ کریں۔''

''میں تو ہمیشہ سے ہی ظالم شہزادی مشہور تھی۔'' شہزادی نے کندھے اچکائے۔ اب وہ رمبوتان (پھل) ٹوکری میں نکال رہی تھی۔

''نوکری کیسی جا رہی ہے؟ کتنوں کے داہنے ہاتھ کٹوا دیے؟''

''آج پہلی ٹرمینیشن کی ہے۔ دل کو سکون سا مل گیا۔''

''یا اللہ۔ کس غریب کی نوکری چھینی ہے آپ نے؟''

''وہ پہ ڈیز روکرتی تھی اور ویسے بھی کسی نہ کسی کو تو فائر کرنا تھا۔ سب کو پیغام بھی تو دینا ہوتا ہے نا کہ نیا باس آ چکا ہے۔'' وہ وہیں کھڑی سادگی سے بتاتی پھل پلیٹ میں سجا رہی تھی۔

''آؤچ۔ سیاست بڑی گندی چیز ہے پھر تو۔''

''تمہاری سوچ سے بھی زیادہ گندی۔'' اس نے ٹرے میں پلیٹیں سجائیں اور اسے لئے سامنے لاؤنج میں آئی۔ ٹرے میز پہ رکھی تو ایڈم نے فوراً ہاتھ بڑھایا مگر تالیہ نے پلیٹ اٹھالی اور صوفے پہ بیٹھتے ہوئے اسے گود میں رکھ لیا۔

''میں سارے دن کی تھکی ہاری آئی ہوں۔ یہ میرے ہیں۔ فرج میں مزید پھل پڑے ہیں۔ اپنے لئے خود لے کر آؤ۔'' اور ابرو اچکا کے ایک ادا سے کھانے لگی۔ ایڈم نے بھنویں بھینچ کے خفگی سے اسے دیکھا۔

''قدر کیا کریں میری۔ میں نہ ہوتا تو آج ملائیشاء کے اسکولز میں آپ کے جھوٹے سچے کارناموں کی کتاب نہ پڑھائی جاتی۔''

تالیہ نے بس ناک سکوڑا اور پھل کھاتی رہی۔ پھر ایڈم سنجیدہ ہوا۔ ''آپ نے جلدی میں بتایا ہی نہیں اس دن کہ ذوالکفلی نے کیا کہا؟''

تالیہ نے بس یہی بتایا تھا کہ وہ آدمی ذوالکفلی دراصل تھا اور اس نے اسے تین سوال دیے تھے۔ تفصیل نہیں بتا سکی تھی۔ وہ دونوں اس روز کے بعد آج مل رہے تھے۔

''وقت کے تین سوال ہیں جن کا جواب اگر وان فاتح معلوم کر کے سمجھ جائیں تو ان کی یادداشت واپس آ سکتی ہے مگر وہ بہت عجیب سوال ہیں۔''

''تو پھر ہم اسکالرز کے پاس جائیں گے' لائبریریز کھنگالیں گے' کچھ بھی کریں گے مگر جواب ڈھونڈیں گے۔ آپ مجھے وہ سوال لکھوائیں۔'' وہ بہت امید سے کہتا جلدی سے قلم کاغذ سنبھال کے بیٹھ گیا۔ سامنے صوفے پہ پیر اوپر کر کے بیٹھی تالیہ نے تینوں سوال دہرا دیے۔ ایڈم نے انہیں نہیں لکھا۔ بس ٹکر ٹکر تالیہ کو دیکھنے لگ گیا۔ اسے ایڈم کے ساتھ ہمدردی ہوئی۔

''کہا تھا نا' بہت عجیب سوال ہیں۔ کہاں سے ڈھونڈیں گے جواب۔''

''سیریئسلی چے تالیہ.... آپ کتابیں نہیں پڑھتیں کیا؟'' اس نے قلم بند کر کے پرے ڈال دیا تو وہ یکدم سیدھی ہوئی۔ آنکھوں میں بے یقینی اتری۔

''تمہیں ان کے جواب آتے ہیں؟''

''کس کو نہیں آتے؟ یہ تو ٹالسٹائی کی کہانی سے اخذ شدہ ہیں۔''

''تو مجھے بتاؤ نا۔ کیا جواب ہے ان کا۔''

''پہلے!'' اس نے مسکرا کے پھل سے بھری پلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ تالیہ نے منہ بنا کے پلیٹ میز پہ رکھی اور انگلی سے پرے دھکیلی۔ ''اب بولنا شروع کرو ایڈم۔''

ایڈم بن محمد نے ایک رمبوتان اٹھایا' مزے سے دانتن گاڑھے' تھوڑی دیر چبایا اور گویا ہوا۔ ''ایک بادشاہ یہ تین سوال ہر ایک سے پوچھتا تھا کہ کسی کام کا سب سے اہم وقت کون سا ہوتا ہے؟ انسان کی زندگی کا سب سے اہم کام کون سا ہوتا ہے؟ اور انسان کی زندگی میں سب سے اہم شخص کون ہوتا ہے۔''

وہ پھر سے پھل کھانے کے لئے رکا تو وہ بے چینی سے بولی۔ ''ایڈم لمبا قصہ نہ سناؤ' بس جواب بتاؤ۔''

''صبر' شہزادی صاحبہ۔ صبر۔'' اس نے مزے سے پھل چباتے ہوئے کہا۔ پلیٹ اب اپنے گھٹنوں پہ رکھ لی تھی۔ ''آپ کو پوری کہانی سننی پڑے گی۔ اگر آپ کتابیں پڑھتی ہوتیں تو یہ دن ہمیں نہ دیکھنا پڑتا مگر خیر.... ایک بادشاہ یہ سوال سب سے پوچھا کرتا تھا مگر کوئی اسے تسلی بخش جواب نہ دے پاتا۔ پھر کسی نے اسے ایک درویش کا بتایا جو علم و دانائی سے مالا مال تھا۔ بادشاہ بھیس بدل کے اس کے پاس گیا' ویسے اس زمانے میں بادشاہ کتنے مزے سے بھیس بدل لیتے تھے۔ آج کل تو....''

''آ گے ایڈم' آ گے۔'' اس نے دانت پیسے۔

''اچھا.... اچھا....'' ایڈم نے لاشعوری طور پہ دایاں ہاتھ ذرا پیچھے کر لیا اور قصہ سنانے لگا۔

''بادشاہ درویش کے پاس گیا تو دیکھا وہ اپنی جھونپڑی کے سامنے گڑھے کھود رہا ہے۔ ساتھ پودے بھی رکھے ہیں۔ بادشاہ نے اس سے وہ سوال پوچھے تو وہ چپ رہا۔ بادشاہ بھی اس کے ساتھ کام کروانے لگا۔ دونوں نے پودے لگا لیے تو جھاڑیوں سے کراہنے کی آواز آئی۔ دیکھا تو ایک آدمی زخمی ہوا پڑا ہے۔ بادشاہ فوراً اس کو اٹھا لایا اور قریب چھپے اپنے سپاہیوں کو بلا لیا۔ وہ فوراً آئے اور زخمی کی مرہم پٹی کی۔''

اس نے رک کے ایک پھانک منہ میں رکھی اور تالیہ نے بہت تحمل سے اسے کھاتے دیکھا۔

''زخمی نے بتایا کہ اس کے بھائی کو بادشاہ نے پھانسی دلوائی تھی اور وہ بادشاہ کو بھیس بدل کے جاتے دیکھ کے اسے قتل کرنے کی نیت سے آیا تھا مگر راستے سپاہیوں نے اس پہ حملہ کر دیا' اور اب بادشاہ کی رحم دلی دیکھ کے وہ سخت شرمسار ہے۔ بادشاہ کو اس پہ ترس آ گیا اور اسے نہ صرف معاف کر دیا بلکہ شاہی طبیب کے ساتھ روانہ کر دیا۔ پھر درویش سے سوالوں کے جواب پوچھے تو درویش بولا کہ وہ تو آپ کو پہلے ہی مل چکے ہیں۔ بادشاہ بہت حیران ہوا اور بولا کہ میں نہیں سمجھا۔ تب درویش نے بتایا کہ اگر تم میری کمزوری پہ ترس کھا کے میری مدد

کرنے نہ رک جاتے تو وہ آدمی جو تمہاری گھات میں بیٹھا تھا' تمہیں گھائل کر دیتا اور تم میرے ساتھ نہ ٹھہرنے پہ پچھتاتے۔ *

''اس وقت تمہارا سب سے اہم کام میری مدد کرنا تھا۔ اس کام کا سب سے اہم وقت ''اسی وقت'' تھا اور میں تمہارے لئے سب سے اہم شخص تھا۔ پھر جب وہ زخمی آیا تو اس کے زخم صاف کرنا اسی وقت ضروری تھا۔ اور وہ تمہارے لئے سب سے اہم کام اور سب سے اہم شخص بن گیا۔ اس لئے اے بادشاہ یاد رکھو کہ کوئی بھی کام کرنے کا سب سے اہم وقت ''اب'' ہوتا ہے۔ Now۔ ابھی اسی وقت۔ کیونکہ ہمارے پاس اپنے ''حال'' میں سب سے زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ مستقبل کا کوئی بھروسہ نہیں۔

''اسی طرح سب سے اہم شخص وہ ہوتا ہے جو اس وقت تمہارے ساتھ ہے۔ چاہے وہ جو بھی ہو۔ زندگی کے اس حالیہ فیز میں جو ہمارے ساتھ ہے وہی سب سے اہم ہے ماضی میں بچھڑے لوگوں کا غم اور مستقبل میں ملنے والے لوگوں کی تمنا غیر اہم ہے۔

''اور سب سے اہم کام اس موجودہ اہم شخص کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔ کیونکہ انسان کو دنیا میں اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ جو اس کے ساتھ ہے' اس سے وہ بھلائی کرے۔''

وہ یک ٹک سن رہی تھی اور ایڈم بولے جا رہا تھا۔ وہ بالکل چپ تھی۔

''تو بچے تالیہ.... بات بس اتنی سی ہے کہ وقت کے ان تینوں سوالوں کا جواب ''حال'' میں پوشیدہ ہے۔ انسان کو ہر کام کل پہ ٹالنے کی بجائے بروقت شروع کرنا چاہیے۔ اور اصل وقت ''اب'' ہوتا ہے۔ مستقبل کے خیالی پلاؤ بنانا غلط ہے۔ خوابوں کے لئے آج سے محنت شروع کر دینی چاہیے۔ اور اہم شخص وہ ہے جو زندگی کے حالیہ فیز میں ہمارے ساتھ ہے۔ کوئی کولیگ' یا گھر والے' یا ہاسٹل کے ساتھی' یا میاں بیوی.... اس شخص کو ہر ایک سے زیادہ اہم رکھنا ہے ہم نے اور اس کے ساتھ بھلائی کرنا اور اس کا خیال کرنا' اس سے وفا نبھانا ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ جس دن وان فاتح یہ سمجھ جائیں گے' وقت ان کو ان کی یادیں لوٹا دے گا۔''

مگر وہ بالکل کھوئی کھوئی سی دور خلاء میں دیکھ رہی تھی۔

''میں جب ائیر پورٹ پہ تھی.... سات سال پہلے.... تو میں نے ایک سوال کا جواب پا لیا تھا۔'' وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی۔

''مجھے میرے منہ بولے دادا کی خدمت کے باوجود ان کی جائیداد سے پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملی تھی جس کی مجھے امید تھی۔ وہ میرا سنہرا مستقبل تھا۔ مجھے اپنے اصلی ماں باپ کے ملنے کی بھی امید تھی جو میرا ماضی تھے۔ مگر جب میری شادی ہوئی ایڈم تو میں نے ائیر پورٹ پہ آ کے ملائیشیاء میں قدم رکھتے ہوئے ایک بات طے کر لی تھی۔ کہ میں ماضی اور مستقبل کے غم اور خوف بھلا کے صرف اس شخص کو اہم جانوں گی جو اس وقت میرے ساتھ موجود ہے۔ میرا شوہر سمیع۔''

''مگر بعد میں سمیع نے جو آپ کے ساتھ کیا' اس کے بعد آپ نے صرف مستقبل کا سوچنا کیا۔ لمبی پلاننگ' دولت کمانا' ہر شے مستقبل کے لئے تھی۔ حال پہ غور نہیں کیا۔ ہے نا۔''

تالیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر چونک کے اسے دیکھا۔

''مگر ہم.....کیسے وان فاتح کو ان تین سوالوں کے جوابات سمجھائیں' ایڈم؟'' وہ بے چین ہوئی۔

''یہ ان کی اپنی جدوجہد ہے' چے تالیہ۔ہم چاہیں بھی تو کچھ نہیں کر سکتے۔

''Let it Happen naturally.''

اس کی بات نے فضا میں اداسیاں گھول دی تھیں۔رمبوتان کی پلیٹ اب دونوں کے درمیان میز پہ دھری تھی اور وہ اس کے دونوں اطراف میں چپ چاپ بیٹھے اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔

☆......☆......☆

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔کے ایل کے آسمان پہ قدیم ملاکہ کے برعکس چند ایک تارے ہی ٹمٹماتے دکھائی دیتے تھے۔دنیا والوں کے لئے ان تاروں کی روشنی اور راہنمائی کافی نہ تھی اس لئے انہوں نے اپنے برقی قمقمے بنا بنا کے عمارتوں پہ اور سڑکوں کے کنارے افشاں کی طرح چھڑک دیے تھے۔

ایسی ہی ایک خالی سڑک تھی جو شہر کے حفاظتی زون میں واقع تھی۔اسٹریٹ پولز اس خوبصورت اور کھلی سڑک کو روشن کیے ہوئے تھے۔ وہاں قطار میں تین لمبی لمبی کارز کھڑی تھیں جن کے سیاہ شیشے سڑک کا عکس دکھا رہے تھے۔ایسے میں ایک کار کا دروازہ کھلا اور باہر کھڑا عثمان کھنکھارتا ہوا اندر بیٹھا۔سلائیڈنگ ڈور بند کر دیا گیا اور کار کے اندر کی مدھم بتی روشن ہوگئی۔

اندر سٹنگ روم کی طرح آمنے سامنے نشستیں لگی تھیں۔عثمان کے مقابل نشست پہ صوفیہ رحمٰن بیٹھی تھی۔ نیلا اسکارف لپیٹے' اسکرٹ کے اوپر نیلا کوٹ پہنے جس کے اوپر ننھی فلیگ پن لگی تھی۔وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے گہری نظروں سے عثمان کو دیکھ رہی تھی۔وہ چھوٹی چمکتی آنکھوں اور گوری رنگت والی خوبصورت عورت تھی اور اس کے انداز میں ایک ازلی تمکنت اور ایک بے حس سا سرد پن تھا جو اس کو کسی ملکہ جیسا بنا دیتا تھا۔صوفیہ کے ساتھ سوٹ میں ملبوس ایک آدمی بیٹھا تھا جو غالباً اس کا چیف آف اسٹاف تھا۔

''ملاقات کے لئے شکریہ' عزت مآب!'' عثمان نے سینے پہ ہاتھ رکھ کے سر کو جھکایا۔

''جو بھی کہنا ہے پانچ منٹ سے زیادہ مت لینا۔میری رائے وسل بلوورز کے بارے میں ویسے بھی بہت خراب ہے۔''

عثمان نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔اور گہری سانس لی۔''میں یہاں وان فاتح کے خلاف زہر اگلنے نہیں آیا۔میں ان کا وفادار ملازم رہا ہوں اور کسی بھی قیمت پہ میں ان سے غداری نہیں کروں گا۔''

''واؤ'' صوفیہ نے نزاکت سے اسکارف کے کنارے پہ انگلی پھیرتے ہوئے اسے دیکھا۔''تو پھر تم نے مجھ سے ملنے پہ اصرار کیوں کیا؟''

''کیونکہ میں اپنے ملک کو بچانا چاہتا ہوں۔''

''کس سے؟'' اس نے ابرو بھینچے۔

عثمان نے کوٹ کی جیب سے ایک فائل نکالی اوراس کے سامنے کی۔صوفیہ نے ایک گہری نظراس پہ ڈالتے ہوئے فائل گھٹنوں پہ رکھی اورکھولی۔سامنے تالیہ کی تصویر جگمگا رہی تھی۔

''ہوں۔یہ تو تمہارے ایکس باس کی نئی چیف آف اسٹاف ہے نا۔''

''عزت مآب وزیراعظم صاحبہ....یہ لڑکی فراڈ ہے۔اس فائل میں اس کے شوہر کا پتہ بھی لکھا ہے جواس وقت جیل میں ہے۔یہ چندسال پہلے جب کے ایل آئی تھی تو ایک غریب لڑکی تھی۔اب اس نے دولت بنالی ہے اور یہ وان فاتح کے قریب ہوگئی ہے۔یوسیؔ میں تو اپنے باس کواس سے بچانا چاہتا ہوں۔آپ وزیراعظم ہیں' آپ کو چاہیے کہ اس لڑکی کے ماضی کو کھنگال لیں اوراگر یہ کسی بھی جرم میں ملوث ہے تو اس کو گرفتار کروائیں۔آپ کو وان فاتح کے خلاف ایک جیت ملے گی اور مجھے میری جاب واپس مل جائے گی اور وقت طور پہ فاتح صاحب کو دھکا لگے گا مگر وہ ایک بڑے خطرے سے محفوظ ہو جائیں گے۔

صوفیہ رحمٰن نے فائل بند کر کے بے پرواہی سے اپنے چیف آف اسٹاف کو تھما دی۔

''مجھے دلچسپی نہیں ہے۔تم جا سکتے ہو۔''

عثمان کو اشعر نے اس جواب کے لئے تیار رہنے کا کہا تھا۔وہ سلام کہتا خاموشی سے نیچے اتر آیا۔دروازہ بند ہوتے ہی صوفیہ نے گردن موڑ کے اپنے چیف آف اسٹاف کو دیکھا اور سوچتے ہوئے بولی۔

''اتنی تیزی سے ترقی کرنے والی خوبصورت لڑکیاں یا کرمنل ہوتی ہیں یا کال گرلز۔اگر وان فاتح کی چیف آف اسٹاف ان دونوں میں سے ایک نکلے تو یہ بہت بڑا اسکینڈل ہوگا' ہے نا۔''

اس کا ملازم مسکرایا اور سرکوخم دیا۔''یہ اسکینڈل اس کو تباہ کر دے گا۔جو شخص اپنے آفس میں ایماندار انسان کو نہیں تعینات کر سکا وہ ملک کیسے چلائے گا۔''

''گڈ۔تم یہ فائل کل صبح کے ایل کے سب سے ایماندار پراسیکیوٹر کو دے دو۔کل سے ہم....'' جھک کے فائل پہ نام دیکھا۔''تالیہ مراد کو انویسٹی گیٹ کرنا شروع کریں گے۔حکومتی ذرائع' ایجنسیز' سب کو استعمال کرواور مجھے بتاؤ کہ یہ لڑکی کون ہے' کہاں سے آئی ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔''

''یس میم!''

''فرقان۔''صوفیہ تھوڑی تلے انگلی رکھے' شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے سوچتے ہوئے بولی۔''اس لڑکی پہ نظر بھی رکھو۔مجھے یہ بھی معلوم کر کے بتاؤ کہ اس کے اور وان فاتح کے درمیان کچھ اور تو نہیں چل رہا ہے؟''

''شیور میم۔''وہ تعمیل کے لئے تیار تھا۔صوفیہ مسکراتی ہوئی باہر موجود خالی سڑک کو دیکھنے لگی۔اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

☆......☆......☆

ایڈم رمبوتان کی پوری پلیٹ ختم کر کے چل اگیا تو وہ غمگین سی وہیں صوفے پہ لیٹ گئی۔ سارے دن کی تھکاوٹ کے باوجود نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ کچھ دیر گزری تو چابی سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ پھر بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی۔

''تالیہ.... تم یقین نہیں کرو گی مجھے تمہارے فاتح صاحب کا کون سا راز معلوم ہوا ہے۔''

داتن نے اندر آتے ہی خوف اور جوش سے بھرے انداز میں اسے پکارا۔ وہ صوفے پہ دائیں کروٹ لیٹی رہی۔ گال کشن پہ رکھے وہ یہاں سے داتن کو آتے دیکھ سکتی تھی۔

''آریانہ والا راز؟'' بس سادگی سے پکارا۔ داتن اثبات میں سر ہلاتی تیز تیز چلتی اس کے سر پہ آ کھڑی ہوئی۔

''یار تالیہ.... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اتنی بڑی بات دنیا سے چھپائے گا۔''

''مگر مجھ سے نہیں چھپائی تھی۔ مجھے سب بتا دیا تھا انہوں نے۔'' وہ لیٹے لیٹے اداسی سے بولی۔

''خیر... اگر تم نے معلوم کر لیا ہے تو صوفیہ رحمٰن بھی کر سکتی ہے۔ ہمیں کوئی کاؤنٹر اسٹریٹجی بنانی ہوگی۔'' محض نظریں اٹھا کے داتن کو دیکھتے وہ سوچتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''ویسے تم نے کیسے معلوم کیا؟ وہ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے اسے دفن کیا تھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔''

اس کے سرہانے کھڑی داتن بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ ''دفن؟ کس کو؟'' پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ پڑیں، ''آریانہ مر چکی ہے؟ وہ تو صرف کھوئی تھی۔''

تالیہ کرنٹ کھا کے اٹھ بیٹھی۔ سنہری بال کندھوں پہ بکھر گئے۔ ''تم یہی معلوم کر کے آئی تھیں نا داتن؟ تم یہی بتانے لگی تھی نا مجھے؟'' اسے احساس ہو رہا تھا کہ کچھ غلط ہے۔

''نہیں تو۔ مجھے تو تم سے پتہ چل رہا ہے کہ وہ مر چکی ہے۔ یا اللہ.... اسے وان فاتح نے خود دفن کیا ہے؟'' داتن نے کانوں کو چھوا۔ تالیہ ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

''تو پھر تم مجھے کیا بتانے آئی تھیں؟ آریانہ کا تو ایک یہی راز ہے۔ مجھے فاتح نے خود بتایا تھا۔''

داتن نے افسوس سے اسے دیکھا اور میز کے کنارے بیٹھی' پھر پرس نیچے رکھا اور تالیہ کے ہاتھ تھام لئے۔ اس کے سیاہ ہاتھوں میں تالیہ کے سفید ہاتھ ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔

''تالیہ.... میری بچی.... کیا تم واقعی وان فاتح کو جانتی ہو؟''

''ہاں..... میں ان کو اچھے سے جانتی ہوں۔'' سنہرے بالوں کے ہالے میں اس کا چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔ سانس روکے وہ داتن کو دیکھ رہی تھی۔ ''اور وہ آریانہ کے متعلق سب سے اہم بات مجھے بتا چکے ہیں۔ پیچھے کچھ باقی نہیں رہتا۔''

داتن نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے اس کے ہاتھ دبائے۔ ''تمہارے نزدیک وان فاتح کی زندگی کا سب سے بڑا سچ کیا ہے

جس کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا؟“

تالیہ کی آنکھوں کے کنارے بھیگے۔ ”یہ کہ ان کو اپنی بیٹی آریانہ سے زندگی میں سب سے زیادہ محبت تھی۔“

”اور اگر میں کہوں کہ یہ ایک جھوٹ ہے‘ تو؟“

تالیہ نے تڑپ کے اپنے ہاتھ کھینچے۔ ”غلط۔ بالکل غلط۔ ان کو آریانہ سے ہی سب سے زیادہ محبت تھی۔“

”ہاں تالیہ‘ یہ سچ ہے‘ اس کو ”آریانہ“ سے سب سے زیادہ محبت تھی“ ”اپنی بیٹی“ آریانہ سے نہیں۔“

تالیہ مراد اپنی جگہ منجمد ہو گئی۔ برف کے مجسمے کی طرح ساکت اور جامد۔

”آریانہ فاتح کی بیٹی نہیں تھی۔ کیا اس نے تمہیں نہیں بتایا؟“

 

نمرہ احمد کا یہ خوبصورت ناول حالم ابھی جاری ہے۔ بقیہ واقعات اگلی قسط میں پڑھیے۔